ختم نبوت زندہ باد
حیات النبی ﷺ زندہ باد
شان رسالت ﷺ زندہ باد
یا اللہ مدد
شان صحابہ رضی اللہ عنہم زندہ باد
مقام امام اعظم ابو حنیفہ زندہ باد
خلافت راشدہ حق چار یار رضی اللہ عنہم
اصلی کلمہ اسلام: لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ

اکابرین دیوبند، بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے افکار ونظریات کا بے باک ترجمان

مجلہ صفدر

43 ستمبر 2014ء ...... ذوالقعدہ ۱۴۳۵ھ

بیاد
محدثِ عرب وعجم آبروئے دیوبند امامِ اہل السنۃ والجماعۃ
حضرۃ مولانا شیخ الحدیث محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نور اللہ مرقدہ
تلمیذ رشید: سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ خلیفہ مجاز: رئیس المفسرین امام الموحدین حضرۃ مولانا حسین علی نور اللہ مرقدہ

بفیضان
مظہر شریعت وطریقت قائد اہل سنت وکیل صحابہ رضی اللہ عنہم
حضرۃ مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ نور اللہ مرقدہ
تلمیذ رشید وخلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

اسے ہماری کوتاہی فہم پر محمول کیجئے یا مولانا کے فکری الجھاؤ کا شاخسانہ سمجھیے کہ اپنے صاحبزادے عمار خان صاحب کے افکار ونظریات اور ان کے دفاع کے معاملے میں مولانا کا طرزِ عمل کسی طور بھی ان کے منصب علمی، اور صاف گوئی کے سابقہ اوصاف سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اس سلسلے کی از اول تا آخر تحریریں دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا یا تو کسی فکری کنفیوژن کا شکار ہیں یا پھر میلان قلمی یا طبعی پر علمی تقاضوں کو غالب کرنے میں انہیں کسی نامعلوم دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ یا وہ کسی ایسی موہوم ومجہول مصلحت میں گم ہیں جس کا وہ اظہار کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ بہرحال! اسباب جو بھی ہوں نتیجہ یہی ہے کہ مولانا کا اس معاملے میں طرزِ عمل نہ صرف تضاد کا شکار ہے بلکہ اپنے لیے لیپا پوتی اور الزامی جوابوں کے علاوہ کوئی معقول سنجیدہ توجیہ کا حامل ہونے سے بھی محروم ہے۔

مظہریہ دار المطالعہ
0312 4612774 0334-4612774
khadim.khan4@yahoo.com

اکابرین دیوبند، بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی
کے افکار ونظریات کا بے باک ترجمان

مجلّہ صفدر

فی شمارہ: 25......زر سالانہ: 300 روپے

ترتیب

برائے ترسیلِ زر، اجراءِ رسالہ وخط وکتابت

مولانا احسن خدامی صاحب، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82
محمود سٹریٹ، محلّہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

پیامِ صفدر

احسن خدامی

لہولہو فلسطین

نحمده و نصلی علی رسوله الكريم

فلسطین کا خونچکاں المیہ ملتِ اسلامیہ کے وجود پر ایک گہرا گھاؤ بن چکا ہے۔ مسجدِ اقصیٰ، جو ہمارا قبلۂ اول، ہماری عزت وغیرت کا نشان ہے، ظالم یہودیوں کے پنجۂ استبداد میں ہے اور اسے آزاد کروانے کی خاطر کوئی کردار ادا کرنا تو دور کی بات، اس کی آغوش میں بسنے والے اس کے فرزندوں پر ٹوٹنے والی قیامت پر ہم اربوں مسلمان تماشا دیکھنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں کر پا رہے۔ سفاک یہودیوں کی درندگی کسی طرح کم ہونے میں نہیں آ رہی اور چند میل کے تنگ علاقے میں موجود گنجان آبادی پر بہیمانہ بمباری کے ذریعے بچوں، عورتوں، بوڑھوں کو بے دریغ موت کے گھاٹ اتارا جا رہا ہے۔ تادمِ تحریر دو ہزار کے قریب بے گناہ مسلمان جام شہادت نوش کر چکے ہیں جبکہ تقریباً دس ہزار فلسطینی زخمی ہو کر اپنے رِستے لہو سے امت مسلمہ کی غیرت وحمیت کو جھنجوڑنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مکار فرنگی کافروں کی کھینچی ہوئی بے حسی اور بے غیرتی کی دیواریں جنہوں نے آس پاس کے مسلم ممالک کے بارڈرز کی صورت میں ان کو تقسیم کر دیا ہے، پڑوس کے باحمیت مسلمانوں کو بھی ان مظلوموں تک پہنچنے سے روکے ہوئے ہیں۔

مرحبا و آفرین......! اقصیٰ کے ان بیٹوں پر، جنہوں نے بے سروسامانی کے باوجود صہیونی جارحیت کے آگے سر جھکانے سے انکار کر دیا، جنہوں نے ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دی، جنہوں اپنے دیسی ساختہ ہتھیاروں اور میزائلوں کے ذریعے دنیا کی جدید ترین ٹیکنالوجی پر رعب طاری کر دیا، جنہوں نے بارش کی طرح برستی موت میں بھی مزاحمت اور جہاد کا پرچم بلند رکھا، اور جنہوں نے دشمن کے مقابلے میں فوجی طاقت کے لحاظ سے زیرو ہونے کے باوجود ظالم دشمن کے 70 فوجیوں کو ٹھکانے لگا دیا۔

اے اہل اسلام......! خدارا کچھ کیجئے......! یقیناً فلسطین کو کھانے پینے کی اشیاء کی بھی ضرورت ہے، زخموں سے چور چور فلسطینیوں کو دواؤں کی بھی حاجت ہے، انہیں رہنے کیلئے محفوظ اور آرام دہ کیمپوں کی بھی ضرورت ہے، لیکن اس وقت انہیں سب سے زیادہ اور شدید ضرورت ان جدید ہتھیاروں اور جذبۂ ایمانی سے لبریز ایسے جوانوں کی ہے جن کا رعب بزدل یہودیوں کو آئندہ ان کی گلیوں کی طرف رخ کرنے سے باز رکھے۔ اگر دنیائے اسلام نے ان کی عسکری اور فوجی امداد کی طرف خاطر خواہ توجہ نہ کی تو نتیجہ یہی نکلے گا کہ ہم اربوں یا کھربوں ڈالرز کے ذریعے بھی ان کی معاشی مدد کریں گے تو اسرائیلی طیارے لمحوں میں اسے بھسم کر کے دوبارہ انہیں کھلے میدانوں میں کھڑا کر کے دانے دانے کا محتاج بنا دیں گے۔......اسرائیل کے ٹکر کی فوجی قوت حاصل کئے بغیر آگ اور خون کا یہ بہیمانہ کھیل ہمیشہ جاری رہے گا۔......ہے کوئی مسلمان حکمران اس بات پر کان دھرنے والا......؟؟؟

حافظ محمد اسامہ مکی،

اربابِ ''الشریعہ'' کی خدمت میں!

......قسط نمبر۲......

عمار خان صاحب کی گمراہی:

قارئین کرام گزشتہ سطور میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ عمار خان صاحب کسی بھی اسکول آف تھاٹ کے پابند ہونے کے قائل نہیں اور اسے ''علمی طور پر مثبت'' خیال نہیں فرماتے۔ اور اُن کے نزدیک یہ کوئی ضروری نہیں کہ کسی خاص گروہ یا مذہب ومسلک اور دین کے لوگوں کی رائے ہر معاملے میں درست ہی ہو۔ چاہے وہ دیوبندیت ہو یا حنفیت، سنیت ہو یا اسلام۔ چنانچہ اُن کے نزدیک لازمی نہیں کہ آل دیوبند کی ہر رائے درست ہو یا احناف کا ہر موقف......اہل سنت کا ہر نظریہ ٹھیک ہو یا مسلمانوں کا ہر عقیدہ...... جناب عمار خان صاحب اپنی ''عقل وفراست'' کے ذریعے، اپنے علم ومطالعہ کی روشنی میں، اپنی تحقیق وریسرچ کی بنیاد پر جس دین کے جس عقیدہ کو درست خیال فرمائیں گے وہی قطعی ہوگا......جس مذہب کے جس نظریہ کو صحیح سمجھیں گے وہی حقیقی ہوگا......جس مسلک کے جس موقف کی تصویب فرمائیں گے وہی خطا کے احتمال سے مبرا ہوگا اور......جس مشرب کی جس رائے کو اقرب الی الصواب قرار دیں گے وہی غلطی سے پاک ہوگی۔

نتیجہ اور خلاصہ اس کا یہ ہوا کہ کسی بھی دین ومذہب، مسلک ومشرب کو جانچنے وپرکھنے کی کسوٹی اور معیار اور حق کو باطل سے جدا کرنے اور غلط کو صحیح سے ممتاز کرنے کا پیمانہ جناب عمار خان صاحب کی عقل ودانش، اُن کا مطالعہ وتحقیق اور اُن کا علم ہے۔ اگر زیادہ کیجیے تو جناب جاوید احمد غامدی صاحب کے فکر وفلسفہ کو بھی اس میں شامل کر لیجیے۔ اور بس!

اہل عقل ودانش اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ اسی آزاد فکری کا نام ''گمراہی'' ہے اور شرع متین میں اسی خیال وفکر کا حامل ''ضال ومضل'' قرار پاتا ہے۔ یہی ذہنی عیاشی ہر فتنے کی جڑ ہے اور یہی فکری دہشت گردی ہر بے اعتدالی کا منبع۔ غلام احمد پرویز ہوں یا ابوالاعلیٰ مودودی، ڈاکٹر فضل الرحمٰن ہوں یا جاوید احمد غامدی، عمر احمد عثمانی ہوں یا عمار خان ناصر سب اسی کے رسیا ہیں۔ قارئین اگر عمار خان صاحب کے باطل نظریات تفصیل سے جاننا چاہیں تو مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم کی کتاب ''عمار خان کا نیا اسلام''، مولانا عبدالحق خان بشیر مدظلہم کا مضمون ''امام اہل سنت کا مسلک اعتدال اور عمار خان ناصر'' اور مجلّہ صفدر ش: ۳۸ کا

مطالعہ فرمالیں۔ مختصراً یہاں عمار خان صاحب کی گمراہی پہ علماء کے چند اقوال نقل کیے جاتے ہیں:

۱......ابن امام اہل سنت شیخ الحدیث مولانا عبدالقدوس خان قارن مدظلہم لکھتے ہیں:

''عزیزم عمار نے پہلے چند فقہی مسائل میں اپنے آزاد نظریہ کا اظہار کیا، پھر آگے بڑھ کر امت کی متفقہ آراء کے برخلاف نظریات پیش کیے۔ بے اعتدالی کی راہ پر اس کے قدم دن بدن آگے ہی بڑھتے جارہے ہیں۔'' [الشریعہ، جولائی ۲۰۱۳ء ص:۵۳]

۲......ترجمان اہل حق مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

ا۔''اس ضابطے کی قرآن وحدیث اور صحابہ میں کوئی دلیل نہیں۔عمار خان اور جاوید غامدی نے محض اپنی عقل سے یہ ضابطہ بنالیا ہے۔اس کی وجہ سے عمار خان منکرین حدیث کے قریب ہو گئے ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن کی تشریح ہر دور کے تقاضوں کے مطابق ہوگی۔رسول اللہ ﷺ نے اپنے دور کے مطابق کی اور بعد والے اپنے دور کے مطابق کریں گے۔'' [عمار خان کا نیا اسلام، ص:۹]

۲۔''عمار خان تو اپنی گمراہی پھیلانے کے لیے قواعد خود گھڑ کے اُن کو اہلِ سنت کی طرف منسوب کرتے ہیں اور دھوکہ اور فریب سے کام لینے میں ذرا نہیں جھجکتے۔'' [ص:۱۳]

۳۔حضرت مفتی صاحب کی کتاب کا نام ہی ''عمار خان کا نیا اسلام'' ہے۔

۴۔حضرت مفتی صاحب کے ایک مضمون کا عنوان ہے: ''مسجد اقصیٰ اور عمار خان کی یہود نوازی''

۳......ابن امام اہلسنت محقق العصر مولانا عبدالحق خان بشیر مدظلہم لکھتے ہیں:

ا۔''عزیزم عمار ان مسائل میں جو بہت بڑی علمی ٹھوکر کھا چکے ہیں اور کھا رہے ہیں......'' [صفدر، ش:۴]

۲۔''حضرت شیخ کی کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد عزیزم عمار کے قلم سے اس کا جو نتیجہ سامنے آیا ہے، اس میں حقیقت پسندانہ رنگ کہیں نظر نہیں آتا اور شعوری یا غیر شعوری طور پر وہ حقیقی وواقعی نتیجہ اخذ کرنے سے محروم وقاصر رہے ہیں۔غالباً ان کی اس ساری کاوش کا محور غامدی صاحب کی علمی حیثیت کو مسلم کرانا ہے۔'' [ایضاً]

۳۔''عزیزم عمار نے ایک جملہ اپنی عبارت میں ایسا لکھا ہے جس نے ہمیں چونکا دیا ہے اور اگر انہوں نے یہ جملہ شعوری طور پر لکھا ہے تو ہمارے نزدیک نہ صرف خطرناک ہے بلکہ گمراہ کن بھی ہے۔'' [ایضاً]

۴......ایک اور مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''جناب عمار صاحب سے مقتدر علمی حلقوں کو یہی گلہ ہے کہ آنجناب کی ہر تحریر منفی وتنقیدی مواد پر مشتمل ہوتی ہے اور تعمیری پہلو کی بجائے اس میں تخریب کا عنصر نمایاں ہوتا ہے۔'' [ماہنامہ بینات ۲۰۱۴ء]

مولانا عبدالرؤف فاروقی مدظلہم لکھتے ہیں:

''......قطع نظر اس کے کہ ان (مولانا راشدی) کی نسبی نسبت علم وعمل کے کس آفتاب وماہتاب سے

ہے اور اُن کے بیٹے (جناب عمار خان ناصر) کن راہوں کے مسافر ہیں۔'' [البرهان،۲۰۱۴ء]

حضرت مولانا محمد مسعود ازہر مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

''(عمار خان صاحب کا شائع کردہ جہاد فی سبیل اللہ نمبر) حقیقت میں ''انکارِ جہاد نمبر'' ہے۔ [القلم]

ارباب الشریعہ کو چاہیے تو یہ تھا کہ حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کے طرزِ عمل کو لازم پکڑتے ہوئے محترم جناب عمار خان ناصر صاحب کو سمجھاتے اور نہ ماننے کی صورت میں لاتعلقی کی دھمکی بھی دیدیتے۔ اگر خود سے سمجھانا اور مطمئن کرنا اُن کے بس میں نہیں تھا یا کسی مصلحت و مجبوری کے باعث اسے مفید خیال نہیں فرماتے تھے تو کسی بزرگ و محقق عالم دین سے فرمادیتے کہ وہ بالمشافہ جناب عمار خان صاحب کو سمجھادیں جیسا کہ حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ نے حضرت مولانا عبدالقدوس خان قارن مدظلہم کو فرمایا تھا۔

مگر ایسا تو تب ہوتا جب ارباب الشریعہ اکابر کی تحقیقات کے خلاف لکھنے کو غلط، نقصان دہ، گمراہی یا کم از کم بے اعتدالی ہی خیال فرماتے، اُن کو تو حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کے اِس موقف سے اتفاق ہی نہیں، اور انہوں نے خود اس آزاد خیالی کا ماحول عمار خان صاحب کو فراہم کیا۔ پھر وہ کیسے اُن کی آزاد خیالی کو ''گمراہی'' تسلیم کرسکتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے جناب عمار خان صاحب کی گمراہی کو ماننے سے ہی صاف انکار فرمادیا ہے، اور لکھ دیا کہ:

''لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ حق و باطل کے درجہ اور گمراہی کے دائرے کا نہیں ہے۔''

گویا کہ جن عقائد و مسائل میں برادرم جناب عمار صاحب نے اکابر کی تحقیقات کے خلاف موقف اختیار کیا ہے، وہ سب ارباب الشریعہ کے نزدیک ''گمراہی'' میں داخل ہی نہیں۔ ہم ارباب الشریعہ کی خدمت میں بصد احترام عرض گزار ہیں کہ اگر یہ گمراہی نہیں تو پھر گمراہی کس بلا کا نام ہے؟

عمار خان صاحب......دیوبندی یا غامدی؟

برادرم جناب عمار خان صاحب نے صاف اور واضح طور پر لکھا ہے کہ اگر اکابر دیوبند کی ''کامل اتباع'' کا نام ''دیوبندیت'' ہے تو پھر میں دیوبندی نہیں ہوں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''جن معنوں میں دیوبندی اہل علم define کرتے ہیں کہ دیوبندی وہ ہے جو دینی مسائل کی تحقیق میں دیوبندی علماء اور دیوبندی اکابر کی مجموعی فکر سے باہر نہ جائے اور ان سے ہٹ کر کوئی بات نہ کہے تو اس معنی میں شاید آپ مجھے دیوبندی نہیں کہہ سکتے۔'' [الشریعہ، مارچ ۲۰۱۳ء]

''......لیکن یہ پابندی کہ جو دیوبندی علماء ہیں، جو دیوبندی اکابر ہیں، ان کی رائے ہی ہر معاملے میں یقیناً درست ہوگی اور ان سے اختلاف نہیں کیا جاسکتا، اس کو میں نہیں مانتا۔'' [ایضاً]

''......جو دیوبندی سمجھے جانے والے لوگ ہیں، مدارس ہیں، ادارے ہیں، وہی یہ حق رکھتے ہیں کہ اس

کو متعین کریں (کہ کون دیوبندی ہے، کون نہیں؟) ان کے زاویہ نظر سے دیکھنا چاہیے۔ وہ اگر سمجھتے ہیں کہ فلاں آدمی ہمارے فریم ورک سے باہر جا رہا ہے اور وہ اسے دیوبندی تسلیم نہیں کرتے تو یہ اُن کا حق ہے۔ یہ میرے لیے کوئی ایسا اہم مسئلہ نہیں ہے۔'' [ایضاً]

''مجھے یا کسی بھی آدمی کو یہ نہیں کرنا چاہیے کہ ہم کسی حلقہ کے فکری پیراڈائم یا اس کے مسلمات سے اختلاف بھی کریں اور پھر یہ خواہش بھی رکھیں کہ ہمیں ضرور اس کے اندر شمار کیا جائے۔'' [ایضاً]

''سو اگر آپ اس مفہوم میں مجھے دیوبندی کہنا چاہیں تو میں انکار نہیں کروں گا، لیکن آپ نفی کرنا چاہیں تو میں اصرار بھی نہیں کروں گا۔'' [ایضاً]

نیز دوسرے مقام پہ تحریر فرماتے ہیں کہ ہر صورت اور ہر حال میں اکابر و اسلاف کی اتباع ایک فضول ولایعنی چیز ہے، چنانچہ رقم طراز ہیں کہ:

''صرف یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ: جب کسی صاحب علم کو سابقہ آراء وتوجیہات پر اطمینان نہ ہو تو اسے اس بات کا پابند کرنا کہ وہ اجماع ہی کے دائرے میں اپنے آپ کو ضرور مطمئن کرنے کی کوشش کرے، ایک لایعنی بات ہے۔'' (مفتی عبدالواحد کی تنقیدات کا ایک جائزہ، ص۔۲۱)

تو جب جناب عمار خان صاحب خود ہی دیوبندیت میں شامل رہنے پر مصر نہیں، اور اصولِ دیوبندیت کی پیروی کرنے کے لیے تیار بھی نہیں تو پھر ارباب الشریعہ کا زبردستی اُن کو ''دیوبندی'' باور کرانا اور اُن کو ''غامدی'' لکھنے پہ چیں بجبیں ہونا نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔ لکھتے ہیں:

''اس کے نام کے ساتھ غامدی کا لاحقہ جوڑنے کی کم از کم ان بزرگوں سے توقع نہیں تھی۔'' [ص:۱۷۲]

قارئین کرام! ذرا توجہ فرمائیں!

۱...... جناب جاوید غامدی صاحب کا نظریہ ہے کہ: ''نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی امتی کو یہ حق نہیں کہ کسی کو بھی کافر قرار دے۔'' چنانچہ لکھتے ہیں:

''کسی کو کافر قرار دینا ایک قانونی معاملہ ہے پیغمبر اپنے الہامی علم کی بنیاد پر کسی گروہ کی تکفیر کرتا ہے، یہ حیثیت اب کسی کو حاصل نہیں۔'' (ماہنامہ، اشراق، ص۵۴، ۵۵، دسمبر ۲۰۰۰ء، غامدیت کیا ہے؟)

جبکہ عمار خان صاحب اسی بات کو یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''کسی کو بھی اُصولی طور پر کافر قرار نہیں دیا جا سکتا۔'' (مجلّہ صفدر، ش:۱۵)

اب خود فرمایئے ان دونوں باتوں میں لفظی ہیر پھیر کے علاوہ کیا فرق ہے؟

۲......غامدی صاحب کا کہنا ہے کہ: ''حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات ہو چکی ہے، وہ آسمانوں پر زندہ نہیں، نہ ہی قربِ قیامت میں اُن کے نزول کی کوئی حیثیت ہے۔'' اسی نظریے کو جناب عمار خان صاحب اپنے ''محققانہ'' انداز میں یوں فرماتے ہیں کہ: ''اس سے متعلق علمی طور پر بعض اشکالات یقیناً

پیش آتے ہیں۔'' نیز ''اپنی بنیادی نوعیت کے لحاظ سے یہ 'عقیدے' کا مسئلہ نہیں۔'' [اشاعت خاص،۱۸۵]

۳......غامدی صاحب فرماتے ہیں کہ: ''جب حضورِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو کافر قرار دینا صحیح نہیں تو کسی کے ساتھ جہاد وقتال بھی درست نہیں۔'' (غالبًا اول نظریے کا اصل مقصد بھی یہی ہے۔) گویا جہاد منسوخ ہو چکا ہے۔ لکھتے ہیں:

''یہ بالکل قطعی ہے کہ منکرین حق (کافروں) کے خلاف (غلبۂ اسلام کے لیے [ناقل]) جنگ اور اس کے نتیجے میں مفتوحین پر جزیہ عائد کر کے انہیں محکوم اور زیر دست بنا کر رکھنے کا حق اب ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا ہے۔'' (میزان، ص ۲۷۰، طبع اپریل 2002ء لاہور، غامدیت کیا ہے؟)

جناب عمار خان صاحب اس نظریے کو یوں اپنائے ہوئے ہیں کہ:

''دفاعی جنگ کی تو اجازت ہے، لیکن غلبۂ اسلام کے لیے اقدامی جہاد (یعنی غیر مسلم حکومتوں کے ساتھ مسلمانوں کا اصل تعلق جنگ کا ہے اور یہ کہ اگر مسلمانوں کے پاس طاقت موجود ہو اور کوئی عارضی مصلحت مانع نہ ہو تو اصل حکم یہی ہے کہ غیر مسلم ممالک کو فتح کر کے وہاں کے باشندوں کو محکوم بنالیا جائے اور ان پر جزیہ عائد کر دیا جائے۔) کی گنجائش اب ختم ہو چکی ہے۔'' [ص:۱۸۳]

۴......جناب جاوید احمد غامدی صاحب قادیانیوں کو مسلمان قرار دیتے ہوئے پاکستان میں علماء کرام واکابر کی کوششوں سے بننے والے ''ناموس رسالت'' کے قانون پر عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہیں۔ اور عمار خان صاحب ناموس رسالت کے قانون کو 'احناف کے کلاسیکی موقف کے خلاف'، ''عوامی جذبات کا نتیجہ'' کہہ کر اس پہ عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہیں۔ [مجلّہ صفدر، ش:۱۵]

۵......غامدی صاحب جب قادیانیوں کو کافر ہی قرار نہیں دیتے، اُن کے خلاف بنائے گئے ناموس رسالت قانون کو تسلیم نہیں کرتے تو اُن کے معاشرتی بائیکاٹ کی کیوں حمایت کرنے لگے؟ چنانچہ قادنیوں سے بائیکاٹ کی بھرپور مخالفت کرتے ہوئے اُن کو سلام کرنے اور سلامتی کی دعا دینے کو بھی بالکل درست اور جائز قرار دیتے ہیں۔ [بحوالہ ماہنامہ فقیہ، جون ۲۰۱۴ء، ص:۱۲] اور جناب عمار خان صاحب بھی قادیانیوں سے بائیکاٹ کے خلاف ہیں۔ [دیکھئے الشریعہ، مئی ۲۰۱۲ء، خاطرات]

۶......غامدی صاحب مسجد اقصیٰ کو یہودیوں کا حق قرار دیتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو، اشراق جولائی، اگست ۲۰۰۳ء اور اشراق مئی، جون ۲۰۰۴ء، ایضًا) جبکہ عمار خان صاحب بھی اپنے مخصوص ''محققانہ'' انداز میں لکھتے ہیں:

''راقم الحروف کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ مسجد اقصیٰ کا وہ حصہ جسے حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کی عبادت کے لیے خاص کیا، اس پر تولیت وتصرف تاریخی وشرعی طور پر مسلمانوں کا حق ہے۔ تاہم اس کے علاوہ عبادت گاہ کا وہ حصہ جہاں اصل ہیکل سلیمانی تعمیر کیا گیا تھا اور جو یہود کے قبلے کی حیثیت رکھتا ہے، اس پر بنی

اسرائیل کا حق اصولی طور پر حسب سابق برقرار ہے۔''[اشاعت خاص،ص:۱۷۹]

غامدی صاحب اور عمار صاحب کی تحریرات سے تتبع وتلاش کے بعد اس طرح کی بیسیوں نہیں تو دسیوں مثالیں ضرور پیش کی جا سکتی ہیں، لیکن افسوس کہ اس عاجز کے پاس نہ اتنی فرصت ہے، نہ وسائل اور نہ ہی الشریعہ کا سارا ریکارڈ جمع ہے جو وقتاً فوقتاً نظر سے گزرتا رہا۔ اِن چند مثالوں سے ہی قارئین بخوبی سمجھ چکے ہوں گے کہ محترم جناب عمار خان صاحب کو''غامدی'' کہنا صحیح ہے یا نہیں۔ تائید مزید کے طور پہ دیگر علماء کے اقوال بھی پیش کیے جا رہے ہیں۔

ترجمان اہل حق مولانا مفتی عبدالواحد مدظلہم لکھتے ہیں:

''عمار خان، جاوید غامدی کو ہم عصر اہل علم میں سے شمار کرتے ہیں اور ان کے بے باک ترجمان ہیں۔ دونوں یہ چاہتے ہیں کہ اسلام کا نیا ایڈیشن لوگوں میں پھیلائیں۔ مولوی عمار خان چونکہ مولوی بھی ہیں اس لیے وہ علم کے نام پر ایک تو علماء کے اندر انتشار پیدا کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور دوسرے عوام کو اہل حق علما سے برگشتہ کرنے کے شغل کو بھی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ (اور) مولانا زاہدالراشدی صاحب ان کے پشت پناہ ہیں۔''[عمار خان کا نیا اسلام،ص:٦]

ابن امام اہل سنتؒ مولانا عبدالحق خان بشیر مدظلہم لکھتے ہیں:

۱......''عزیزم عمار خان ناصر کافی عرصہ سے ڈاکٹر جاوید احمد غامدی کی روشن خیال تحریک سے وابستہ ہیں اور اس وابستگی کے بعد ان کا تمام تر مطالعہ غالباً اسی فکر ونظر کے حوالہ سے ہوتا ہے۔''

۲......''ہم عزیزم عمار کی توجہ بار بار اس خطرناک جملہ کی طرف دلانا چاہیں گے جس کا نتیجہ بظاہر یہ سامنے آتا ہے کہ دادا تو بلندئ فکر اور ذہنی معیار دونوں سے محروم تھا، جب کہ پوتا بلندئ فکر کی دولت سے مالا مال ہے اور ذہنی معیار کی نعمت سے بھی۔ اور ایسا شاید اس لیے ہو گیا ہے کہ دادا کی نسبت فکری طور پر اسلاف امت اور بزرگان دیوبند کی طرف ہے اور پوتا ڈاکٹر جاوید احمد غامدی جیسے مفکر اعظم سے فکری نسبت رکھتا ہے اور ان دونوں کا بھلا جوڑ ہی کیا ہے؟''(امام اہل سنت اور عمار خان ناصر)

شیخ الحدیث مولانا مفتی زرولی خان مدظلہم لکھتے ہیں:

''ہمارے اس دور میں ٹی وی کے شہرت یافتہ انکار حدیث بلکہ انکار دین کے داعی، نام نہاد مفکر بالفاظ دیگر سکہ بند ملحد جاوید احمد غامدی نے انکار دین کی جس تحریک کا جھنڈا اٹھا رکھا ہے۔ امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس سرہ کے پوتے اور مشہور وسیع النظر اسکالر علامہ زاہدالراشدی شیخ الحدیث جامعہ نصرۃ العلوم کے بڑے بیٹے حافظ محمد عمار خان ناصر صاحب اس کے ترجمان اور اس کے الحادی فکر کے داعی ومنادی ہیں۔''[غامدیت کیا ہے؟ص:۲۰]

مجاہد اسلام مولانا محمد مسعود ازہر مدظلہم لکھتے ہیں:

''ان کا نسبی رشتہ حضرت امام اہل سنتؒ سے جبکہ فکری رشتہ ''غامدی'' سے جڑا ہوا ہے'' [القلم، ش:۴۴۶]

معروف قلمکار مولانا مفتی ابولبابہ شاہ منصور مدظلہم، جناب عمار خان ناصر کے بارے لکھتے ہیں:

''غامدی اصغر''...... ''غامدیت کے اس نوخیز ترجمان......'' [ضرب مومن، ۲؍مئی ۲۰۱۲ء]

اور پھر خود محترم جناب عمار خان صاحب کو بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کہ اُن کو ''غامدی'' شمار کیا جائے، چنانچہ لکھتے ہیں:

''میں نے اُن (غامدی صاحب) سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ میرے فکر ونظر کی تربیت میں اور دین کو سمجھنے کا ایک زاویہ دینے میں جیسے میرے اپنے (والد ماجد کی طرف سے فراہم کردہ [ناقل]) خاندانی ماحول کا اثر ہے اور جہاں عمومی مطالعے کے بہت سے اثرات ہیں، اسی طرح میں نے غامدی صاحب سے بھی بہت کچھ سیکھا ہے۔...... میں ان کو اپنے نہایت قابل احترام استاذ اور اپنے معلم کا درجہ دیتا ہوں۔...... میں نے اپنے اساتذہ میں علمی اختلاف کو جتنا encourage کرنے والا اور اپنے نقطہ نظر پر علمی تنقید کی دعوت دینے والا ان کو پایا ہے، کسی دوسرے کو نہیں پایا۔ [الشریعہ، مارچ ۲۰۱۳ء]

''...... یوں میں دو گھروں کا مہمان ہوں۔ دیوبندی میرے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ یہ غامدی ہے اور المورد والے کہتے ہیں کہ یہ دیوبندی ہے۔ [ایضاً]

لیکن ارباب الشریعہ مصر ہیں کہ جناب عمار خان صاحب غامدی نہیں ہر حال میں دیوبندی ہی ہیں۔ جناب عمار خان صاحب اصولِ دیوبندیت کی پابندی نہیں کرتے بلکہ ان کو لایعنی کہتے ہیں اور غامدی نظریات کو کھلم کھلا اپنائے ہوئے ہیں اور بار بار ''وضاحت'' کے نام پر ''اعتراف جرم'' بھی کیے جا رہے ہیں، اس کے باوجود آپ کا ان کو گمراہ ماننے سے انکار کرتے ہوئے دیوبندی ہی باور کرانا آپ کے منصب کے تو کیا ایک عام دیانت دار اور منصف مزاج کے شایان شان بھی ہرگز نہیں۔

ارباب الشریعہ نے اکابرِ اہل سنت کی دو (۲) عدد مثالیں پیش فرما کر جناب عمار خان صاحب کی ''غامدیت'' سے انکار فرمایا ہے، فرماتے ہیں:

''ہمارے مخدوم ومکرم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ کے اساتذہ میں مولانا عبدالستار خان نیازی اور حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی قدس اللہ سرہ العزیز کے اساتذہ میں مولانا محمد چراغ، جبکہ والد گرامی حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کے اساتذہ میں مولانا غلام محمد رحمانی اہل حدیث کا نام آتا ہے۔ تو کیا یہ بزرگ انہیں بھی نیازی اور رحمانی وغیرہ کی نسبت سے نوازیں گے؟'' [ص:۱۷۲]

حالانکہ بالکل صاف اور واضح سی بات ہے مذکورہ بالا بزرگوں کے اساتذہ میں سے اگر کوئی اہل السنۃ والجماعۃ سے الگ نظریہ وعقیدہ رکھتا تھا تو اِن بزرگوں نے اُن کے ایسے عقائد کی کبھی بھی تائید وحمایت نہیں کی،

بلکہ اہل سنت سے مختلف اُن کے ہر نظریہ کی بھرپور تردید ہی کی۔ جبکہ محترم جناب عمار خان صاحب اہل سنت کے خلاف اُصولی نظریات میں جناب غامدی صاحب کی حمایت وتائید کر چکے ہیں۔ جن میں سے بعض کا تذکرہ پیچھے گزر چکا ہے۔ اوراپنے افکارو''تحقیقات''میں اُن کا حوالہ''پورے اعتماد''کے ساتھ دیتے ہیں۔

دوسری مثال دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''سرسید احمد خان نے اپنے کالج کے شعبۂ دینیات کے لیے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے داماد حضرت مولانا عبداللہ انصاریؒ کا انتخاب کیا تھا اورانہوں نے حضرت نانوتویؒ کے حکم پر سالہا سال تک سرسید احمد خان کے کالج میں ملازمت کی تھی۔ کیا یہ بزرگ اس بنیاد پر مولانا عبداللہ انصاریؒ کو سرسید احمد خان کے خیالات ونظریات کا حامل ومؤید قرار دے دیں گے؟''[ایضا]

اول تو جناب عمار خان صاحب کو غامدی صاحب کے ادارے کی رکنیت کی وجہ سے نہیں بلکہ''غامدی افکار ونظریات''کا حامل ہونے کی بنا پر''غامدی''کہا گیا ہے۔ دوسرا یہ کہ ہر ذی شعور اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھتا ہے کہ کسی کے''کالج میں فقط ملازمت کرنے''اور''کسی کے ادارے کا''رکن''رہ کر بھی اور بعد میں بھی اس کے افکار ونظریات پھیلانے''میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

سابقہ سطور سے واضح ہو چکا کہ جناب عمار خان صاحب کو''غامدی''کہنا نہ تو جناب جاوید احمد غامدی صاحب سے نسبتِ تلمذ کی وجہ سے ہے اور نہ ہی ان کے ادارے''المورد''کے ساتھ وابستگی کی وجہ سے، بلکہ اُن کو''غامدی''کہنا صرف اور صرف غامدی صاحب کے جمہور اہل سنت سے مخالف نظریات وافکار اپنانے، پھیلانے اور پوری قوت ان پر صرف کرنے کی وجہ سے ہے۔ جو کہ بالکل درست اور برحق ہے۔

ارباب الشریعہ عمار خان صاحب کے غامدی ہونے سے انکار کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

''عمار خان نے بعض مسائل میں غامدی صاحب کے موقف کی تائید کی ہے تو بعض معاملات میں ان پر تنقید بھی کی ہے جو''الشریعہ''کے صفحات میں شائع ہو چکی ہے۔''[ص:۱۷۲]

حالانکہ الشریعہ کے قارئین خوب اچھی طرح واقف ہیں کہ عمار خان صاحب نے غامدی صاحب کے بارے میں جو کچھ تنقیدی نکتہ نظر سے لکھا ہے اور جو کچھ تائیدی لکھا ہے اُن میں تناسب کیا ہے؟ پھر اکابر اہل سنت پر کی گئی تنقید اور غامدی صاحب پہ کی گئی تنقید کا بھی موازنہ کیا جائے، اکابر اہل سنت کو تو''علمی واخلاقی بددیانتی کا مرتکب''کہا جاتا ہے۔ جبکہ غامدی صاحب کے بارے ارشاد ہوتا ہے:''استاذ گرامی کا قول قدیم اقرب الی الصواب ہے۔''محققین علماء اہل سنت حتی کہ حضرت امام اہل سنتؒ کو''پیشہ وارانہ واعظین''لکھا جاتا ہے، جبکہ غامدی صاحب کو''استاذ گرامی کی اس بات سے کلی اتفاق نہیں۔''کے کلمات کہے جاتے ہیں۔ اکابرِ اہل سنت کی کامل اتباع کو''فضول ولایعنی بات''کہا جاتا ہے جبکہ غامدی صاحب کی اتباع کو

''دلیل کی اہمیت'' قرار دیا جاتا ہے۔ گویا اکابر اہل سنت دلائل سے عاری اور محض اندھے مقلد تھے۔ یہ سب کچھ جاننے کے باجود ارباب الشریعہ کا دونوں پہلوؤں کو برابر بیان کرنا انصاف سے بہت دُور ہے۔

ارباب الشریعہ ہی لکھتے ہیں:

''میں نے ہمیشہ دوستوں سے کہا ہے کہ: عمار خان کے خلاف جس درجہ کی بات ہے، اتنی کرو تو میں آپ کے ساتھ ہوں۔ اور اگر ۱۵۱/۱۰۷ کے کیس پر ۳۰۲ کا پرچہ درج کرانے کی کوشش کی جائے گی تو میں اس کے ساتھ ہوں گا اور مجھے اس کے ساتھ ہی ہونا چاہیے۔'' [ص:۱۷۲]

پہلی گزارش تو یہ ہے کہ ارباب الشریعہ کو جناب عمار خان صاحب کے خلاف ہر بات ہی ۳۰۲ کی نظر آتی ہے، شاید اولاد کی محبت کا چشمہ ہی ایسا ہے کہ کیس ۱۵۱ کا ہو یا ۱۰۷ کا، حضرت مدظلہم کو ۳۰۲ ہی نظر آتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو جامعہ قادریہ حنفیہ ملتان اور جامعہ فارقیہ کراچی اور دیگر مقامات پر سوالات کی نشست میں عمار خان صاحب کا نام سنتے ہی چہرے کا رنگ نہ بدلتا، لال پیلے نہ ہوجاتے۔ وجہ کیا تھی؟ سائل نے صرف سوال ہی کیا تھا کا عمار خان صاحب نے آپ کے زیرِ سایہ رہتے ہوئے گمراہی کی فلاں فلاں بات لکھی ہے، آپ کیا فرماتے ہیں؟ آسان سی بات تھی، فرمادیتے کہ: ''یہ سب باتیں ٹھیک ہیں، کوئی بھی گمراہی کے دائرے میں نہیں آتی۔'' یا ''یہ علمی اختلاف ہے، اُس کی رائے درست نہیں، اِس مسئلہ میں مَیں اُس کے ساتھ نہیں آپ کے ساتھ ہوں'' بس بات ختم۔ غصہ میں آنے بلکہ آپے سے باہر ہونے کی کوئی بات ہی نہیں تھی۔ بلکہ جامعۃ الرشید میں تو جناب والا کو لاعلمی ظاہر کرنی پڑی کہ عمار خان صاحب نے جو لکھا ہے میں نے طباعت کے بعد دیکھا ہے، مجھے پہلے پتہ ہی نہیں تھا۔ جبکہ چناب نگر ختم نبوت کورس کے دوران یہ فرمایا کہ عمار خان کی سب باتیں ٹھیک ہیں، سب نظریات اہل سنت کے مطابق ہیں، جمہور کے مطابق ہیں، صرف وہ کہتا ہے کہ ناموس رسالت کا قانون احناف کے موقف کے مطابق نہیں، وہ میں بھی کہتا ہوں!!

حضرتِ والا! کہیں کسی مقام پر تو آپ نے کسی دوست کو کہا ہوتا کہ: ''آپنے فلاں مسئلے میں عمار صاحب سے اختلاف کیا ہے، میں آپ کے ساتھ ہوں۔'' ایسا کبھی نظر نہیں آیا۔ البتہ عمار خان صاحب کے باطل نظریات کے خلاف لکھنے والوں پر آپ کا برستا اور گرجتا قلم ضرور دکھائی دیا۔ اس لیے ہم یہ عرض کرنے میں حق بجانب ہیں کہ آپ کی نگاہوں کا چشمہ ایسا ہے کہ جناب عمار خان صاحب کے بارے ہر کیس آپ کو ۳۰۲ ہی کا نظر آتا ہے۔

جبکہ دوسری طرف عمار خان صاحب اگر اکابرِ اہل سنت کو ''علمی و اخلاقی بددیانتی کا مرتکب'' لکھیں، یا ''لایعنی بات'' کا قائل باور کرائیں...... ''پیشہ ور واعظ'' فرمائیں یا ''وجود نامسعود'' کے لقب سے نوازیں تو اس

وقت نامعلوم کون سا کیس ہوتا ہے کہ آپ ہر حال میں خاموش ہی دکھائی دیتے ہیں۔ایک آدھ مقام کے علاوہ ہم نے نہیں دیکھا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہو کہ: جناب عمار خان صاحب نے فلاں شخصیت کے بارے جو زبان درازی کی ہے، وہ بالکل غلط ہے، بداخلاقی ہے، اخلاقیات سے تجاوز ہے۔وغیرہ وغیرہ۔جبکہ عمار خان صاحب کے بارے لکھنے والوں پر جھٹ سے ''غیر سنجیدگی'' کا فتویٰ جڑ دیا جاتا ہے۔چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱......جب مسجد اقصیٰ کا موضوع زیر بحث آیا تو لکھا گیا:

''مجھے افسوس ہے کہ الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ کے ناظم اور ہمارے رفیق کار مولانا حافظ محمد یوسف کے سوا کسی اور اختلاف کرنے والے دوست نے اسے سنجیدگی کے ساتھ گفتگو کا موضوع نہیں بنایا۔''[ص:۸۹]

۲......ناموس رسالت پہ عمار خان صاحب کی نکتہ چینی پر علماء نے اعتراض کیا تو فرماتے ہیں:

''اس پر ہمارے بہت سے دوست چیں بجبیں ہوئے اور بعض احباب نے تو چائے کی پیالی میں طوفان کھڑا کرنے کی کوشش بھی فرمائی۔''[ص:۹۰]

۳......ایک جگہ لکھتے ہیں:

''انھیں فتووں اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے کی بجائے دلیل کے ساتھ اور محبت کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کیجیے کہ دین کے ساتھ ساتھ اخلاقیات اور معروضی حالات کا بھی یہی تقاضا ہے۔''[ص:۸۶]

۴......ایک اور جگہ رقم طراز ہیں:

''ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نے اختلافات کے مختلف دائروں اور سطحوں کو باہم گڈمڈ کر رکھا ہے۔بات اولیٰ اور غیر اولیٰ کی ہوتی ہے جبکہ ہم کفر و اسلام کے ہتھیاروں سے جنگ لڑ رہے ہوتے ہیں، بات خطا و صواب کی ہوتی ہے مگر ہم حق و باطل کے پرچم اٹھائے ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار دکھائی دینے لگتے ہیں۔''[ص:۸۳]

۵......ایک جگہ تو یہاں تک لکھ دیا کہ:

''اسے (عمار ناصر کو) میں نے اس گھنے جنگل میں تنہا نہیں چھوڑ رکھا کہ جس کا جی چاہے اس پر غرّانے کی مشق شروع کر دے۔''[الشریعہ،ص:]

جبکہ ایک آدھ مقام پر عمار خان صاحب کے طرز سے اختلاف کیا گیا تو اس کا لب و لہجہ اور انداز یہ تھا:

''تصوف میں مبالغہ آرائی کی بعض صورتوں پر طنز کیا گیا ہے جو خود میرے نزدیک بھی مناسب بات نہیں ہے۔یہ بات اس سے بہتر اسلوب میں بھی کہی جا سکتی تھی۔''[الشریعہ،ستمبر ۲۰۱۱ء]

قارئینِ کرام حیران ہوں گے کہ......جناب عمار خان ناصر صاحب حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ تعالیٰ سمیت اکابر اہل سنت کو ''پیشہ ور واعظ'' قرار دیں تو ۱۵۱ کا کیس......علماء امت کو ''علمی و اخلاقی بددیانتی''

کا مرتکب لکھیں تو ۱۵۱ کا کیس...... مجاہد اسلام شیخ اسامہ بن لادن شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کے وجود مبارک کو ''نامسعود'' کہیں تو ۱۵۱ کا کیس...... اُن کے طرزِ عمل پر ''احمقانہ شرعی جواز گھڑنے'' کی پھبتی کسیں تو ۱۵۱ کا کیس......اجماع کو علمی افسانہ قرار دیں تو ۱۵۱ کا کیس...... جامعہ اشرفیہ کا ''بریلویانہ تصوف'' تحریر کریں تو ۱۵۱ کا کیس......من گھڑت باطل افکار ونظریات حضرت امام اہل سنتؒ کی طرف منسوب کریں تو ۱۵۱ کا کیس...... حضرت امام اہل سنتؒ کی عبارات سے من پسند مطلب کشید کریں تو ۱۵۱ کا کیس...... مسجد اقصیٰ پلیٹ میں رکھ کر یہودیوں کے حوالے کرنے کی مکروہ پیش کش کریں تو ۱۵۱ کا کیس...... پاکستان کے نامور محدثین وعلماء کی کوششوں سے منظور ہونے والے قانون ناموس رسالت سے چھیڑ چھاڑ کریں تو ۱۵۱ کا کیس......مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم کی ذات پر زہر میں بجھے تنقیدی تیر چلائیں تو ۱۵۱ کا کیس......حضرت امام اہل سنتؒ کے طرزِ عمل کو ''علمی طور پر غیر مثبت'' قرار دیں تو ۱۵۱ کا کیس......مسلک دیوبند سے مکمل وابستگی اختیار کرنے اور اسلاف کے نقش قدم پر مضبوطی سے چلنے والوں کو ''کنویں کا مینڈک'' کہیں تو ۱۵۱ کا کیس......مجاہدین اسلام کو ''اخلاقی بونے'' سے تعبیر کریں تو ۱۵۱ کا کیس......!!

جبکہ اس کے برعکس......عمار خان صاحب کو کھلم کھلا غامدی نظریات اپنانے اور اُن کی اشاعت میں پوری قوت صرف کرنے کی بنا پر ''غامدی'' کہا جائے تو ۳۰۲ کا کیس...... ابن عابدین شامیؒ کے سہو کو بیان کرتے ہوئے لفظ ''تسامح'' لکھا جائے تو عمار خان صاحب کے موقف پہ زد پڑنے کی وجہ سے ۳۰۲ کا کیس ......مسجد اقصیٰ کو یہودیوں کے حوالے کرنے کا مشورہ دینے پر عمار خان صاحب کو ''یہودنوازی'' کا طعنہ دیا جائے تو ۳۰۲ کا کیس......مرزا غلام احمد قادیانی سمیت تمام قادیانیوں کے کفر کا انکار کرنے کی وجہ سے عمار خان صاحب کو ''قادیانی نواز'' کہا جائے تو ۳۰۲ کا کیس......مفتی ابولبابہ شاہ منصور صاحب ''امام اہل سنت کی بارگاہ میں'' عنوان اختیار کریں تو ۳۰۲ کا کیس......!!

گویا عمار خان صاحب کسی کو بھی کچھ بھی کہہ لیں، کسی کی طرف جو چاہیں منسوب کردیں، جس کو جب چاہیں جس مسئلہ میں چاہیں اپنا ہمنوا قرار دیدیں، اور جس پر جب چاہیں جو مرضی پھبتی کس دیں کسی حال میں اُن کا کوئی بھی کیس ۱۵۱ سے اوپر نہیں جاسکتا۔اور مولانا راشدی صاحب اُن پہ ۱۵۱ کا پرچہ بھی نہیں کٹواتے......جبکہ عمار خان صاحب کو معمولی درجہ کی کوئی بات بھی کردی جائے تو وہ ۳۰۲ سے نیچے نہیں ٹھہرتی۔ اور مولانا راشدی مدظلہم از خود ۳۰۲ کا پرچہ کاٹ کر کاروائی شروع کردیتے ہیں......کیا ہم بصد احترام ارباب الشریعہ سے اس فرق کی وجہ دریافت کرسکتے ہیں؟ (جاری ہے۔۔۔۔)

☆......☆......☆......☆

مولانا عبدالرحیم چاریاری، فیصل آباد

قضیہ مولانا زاہد الراشدی صاحب......مرحلہ وار

......قسط نمبر۲......

گزشتہ قسط میں چندسطری توضیحی کلمات کے ساتھ اکابرِ وفاق اور مولانا راشدی صاحب کی خط وکتابت ہم نقل کر چکے ہیں۔اب ہم اس پر تبصرہ کرنا چاہیں گے۔

ماہنامہ ''وفاق المدارس'' کے تبصرہ سے پہلی بات یہ واضح ہوئی کہ ماہنامہ ''الشریعہ'' کا وہ شمارہ جس پر تبصرہ کیا گیا،الشریعہ کی ادارتی ٹیم کی طرف سے باقاعدہ تبصرہ کے لیے ارسال کیا گیا تھا۔

اور ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں کہ اُصولاً اربابِ الشریعہ کو اس تبصرے پر احتجاج کرنے کا حق ہرگز نہیں تھا، نہ شرعاً، نہ قانوناً، نہ اخلاقاً۔لیکن جب انہوں نے احتجاجاً استعفیٰ دیا تو اربابِ وفاق نے احتجاج کا حق نہ ہونے کے باجود اُن کے احتجاج کو بھرپور اہمیت دیتے ہوئے اُن سے بار بار مؤدبانہ گزارش کی کہ آپ وفاق کی مجلس عاملہ کے سامنے تشریف لاکر اپنا احتجاج ریکارڈ کرائیے!وفاق کے اکابر پر مشتمل کمیٹی کے سامنے اپنا احتجاج ریکارڈ کرا کے اپنے تحفظات سے آگاہ کیجیے۔وفاق آپ کی ہر جائز شکایت کو دُور کرے گا۔آپ کے اعتراضات واشکالات پر غور کیا جائے گا،اُن کی روشنی میں کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔لیکن حیرت اور صد حیرت کہ وفاق کے بھرپور اصرار کے باوجود اربابِ الشریعہ اپنا احتجاج ریکارڈ کرانے کے لیے بھی حاضر ہونے کا حوصلہ نہ کر سکے۔اُس وقت وفاق کی قیادت سے جان بچا کر اپنا مقدمہ ''عوام'' کے سامنے پیش کر کے اُن کو مغالطہ دینے والے آج کیسے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ:''اُس وقت میں نے احتجاج ریکارڈ کرایا تھا''......؟؟

محترم!بہت معذرت کے ساتھ......آپ نے اس وقت احتجاج ریکارڈ کرانے کی بجائے وفاق کو استعمال کرنے کی کوشش کی تھی،تبھی تو یہ مطالبہ کیا گیا کہ میرا یہ مضمون من وعن ''وفاق المدارس'' میں شائع کیا جائے۔لیکن بحمداللہ یہ کوشش ناکام رہی۔آج اپنے اس عمل پہ پردہ ڈالنے کے لیے ایک بار پھر مغالطہ دینے کی ناکام کوشش کی جارہی ہے۔لیکن یاد رہے کہ مغالطہ آمیزیاں بالآخر ختم ہوجاتی ہیں اور ملمع سازی کی دبیز چادریں آخر کار تارتار ہوجاتی ہیں پھر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوکر سامنے آجاتا ہے۔

آپ کو احتجاج ریکارڈ کرانے کا موقع دیا گیا، وفاق کی مجلس عاملہ سے بڑھ کر اور کون سا مناسب مقام تھا جہاں آپ کے احتجاج کو سنا جاتا؟ کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ اس وقت آپ احتجاج ریکارڈ کرانے کیوں

نہیں گئے؟

آپ کے تحفظات کو سننے اور اُن کا حل نکالنے کے لیے اکابرِ وفاق پر مشتمل کمیٹی بنائی گئی، آپ نے اپنے تحفظات سے اُن کو آگاہ کرنے کی بجائے گھر بیٹھ کر وفاق کو یرغمال بنانے کی کوشش کیوں کی؟

آپ کی اپنی خواہش اور اصرار کے مطابق آپ کا تحریری موقف مجلس عاملہ کے اجلاس میں لفظ بلفظ پڑھ کر سنایا گیا، اس کے بعد ارکان عاملہ کی باہمی مشاورت سے آپ کے ساتھ کمیٹی کا گفتگو کرنا طے پایا، آپ کیوں کمیٹی کا سامنا کرنے سے مسلسل گریزاں رہے؟

الٹا آپ نے اکابرِ وفاق کی سنجیدہ اور سلجھانے والی کوششوں کو ''غیر معقول'' قرار دیا۔ اور لکھا کہ: ''میں یہ بات ابھی تک نہیں سمجھ پایا کہ ''وفاق المدارس'' میں ایک فیصلہ صادر ہو جانے اور اس کے ملک بھر میں عمومی اعلان کے بعد مجلس عاملہ کو عدالتی کٹہرہ بنانے میں کیا افادیت تھی اور اب اکابر علماء کی جیوری قائم کرنے کی کیا ضرورت باقی رہ گئی ہے؟'' محترم! یہ ''ضرورت'' تو آپ کو محسوس ہوئی اور آپ نے ازخود بھیجے ہوئے رسالہ پر تبصرہ دیکھ کر برہمی کا اظہار فرمایا اور استعفیٰ دیکر احتجاج ریکارڈ کرانے کی ٹھانی، جب آپ کے احتجاج کو سننے اور تحفظات کو دور کرنے کے لیے عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی دعوت دی گئی تو اب کہنے لگے: ''مجلس عاملہ کو عدالتی کٹہرہ بنانے میں کیا افادیت تھی؟'' عاملہ میں آپ کا تحریری موقف سنانے کے بعد آپ کے ہی تحفظات دُور کرنے کی خاطر اکابر علماء کی کمیٹی تشکیل دی گئی تو جناب فرمانے لگے: ''اکابر علماء کی جیوری قائم کرنے کی کیا ضرورت باقی رہ گئی ہے؟''

محترم! آپ کی جانب سے مسلسل عجیب پالیسی اختیار کی گئی، اگر آپ کو واقعی احتجاج ریکارڈ کرانا تھا تو مجلس عاملہ کے اجلاس میں شریک ہو کر کرا دیتے، اگر مجلس عاملہ کے اجلاس میں کسی عذر کی وجہ سے شرکت نہ کر سکے تو اکابر وفاق کی کمیٹی کے سامنے اپنے تحفظات کا اظہار کر دیتے، لیکن ایک طرف تو اپنی مظلومیت کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا رہا ہے، اور دوسری طرف اکابر وفاق کو یہ کہا جاتا رہا کہ: ''میں آپ سب بزرگوں کا خادم ہوں اور اس قضیہ سے ہٹ کر جہاں بھی طلب کریں سر کے بل قدم بوسی کے لیے حاضری کے لیے تیار ہوں، مگر اس معاملہ میں مجھے شرحِ صدر نہیں ہے اور میں کسی مزید پیش رفت کے لیے خود کو ذہنی طور پر تیار نہیں پاتا'' اس پالیسی سے آپ کے کیا مقاصد تھے؟......آپ ہی بہتر جانتے ہیں۔

عاملہ کے پہلے اجلاس میں آپ شریک نہیں ہوئے، پھر کمیٹی کے ارکان سے بھی ملاقات نہیں فرمائی، اس کے باوجود اربابِ وفاق نے آپ کو عاملہ کے آئندہ اجلاس میں شرکت کی دعوت دی اور آپ نے پھر وہی بات دوہرائی کہ: ''جب تک میرے بارے میں وفاق المدارس کی قیادت کا ذہن صاف نہیں ہو جاتا

اس وقت تک مجلس عاملہ کی رکنیت برقرار رکھنے اور اس کے کسی اجلاس میں شرکت کے حوالہ سے مجھے شرح صدر نہیں ہے۔'' حضورِ والا! عاملہ کے اجلاس میں جانے کے لیے آپ تیار نہیں، اکابر وفاق کی کمیٹی سے ملاقات آپ کو منظور نہیں، پھر وفاق کی قیادت کا ذہن صاف ہونے کا انتظار بھی فرما رہے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے؟

اور اس سب کے باوجود بس ایک ہی مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ بس کسی طرح میرا مضمون ''وفاق المدارس'' میں شائع ہو جائے۔ لیکن جب دیکھا کہ بات بننے میں نہیں آ رہی تو یہاں تک لکھ دیا: ''میں نے اس حوالہ سے اپنے موقف کی وضاحت ماہنامہ الشریعہ کے مئی وجون ۲۰۰۹ء کے مشترکہ شمارے میں ''ارباب علم ودانش کی عدالت میں الشریعہ کا مقدمہ'' کے عنوان سے کر دی تھی جس کی ایک کاپی اس عریضہ کے ساتھ منسلک کر رہا ہوں، یہ میرا اول وآخر موقف ہے جس میں کسی قسم کی نظر ثانی کے لیے میں تیار نہیں ہوں۔'' لیجیے! قصہ ختم! آپ اپنے موقف پر نظر ثانی کے لیے بھی تیار نہیں، کیونکہ غالبًا وہ منزل من اللہ ہے، اسی لیے اس میں کوئی ردوبدل اور تبدیلی قطعاً ممکن نہیں۔

حضرت اقدس! جب آپ کا موقف ہی منزل من اللہ ہے، جس میں آپ نظر ثانی کے لیے بھی تیار نہیں تو اب پانچ سال بعد آپ کو کیا ضرورت محسوس ہوئی کہ آپ فرمانے لگ گئے: جو فیصلہ کمیٹی کرے گی، وہ مجھے پوری طرح قبول ہوگا۔''؟......کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ آپ کے لہجے میں یہ فرق کیوں آیا؟ اور آپ کا منزل من اللہ موقف کیسے قابل نظر ثانی بلکہ قابل ردوبدل بھی بن گیا؟؟......کہیں ایسا تو نہیں کہ ملک بھر کے بیسیوں علماء مشائخ اور مفتیان کے دستخط دیکھ کر یہ بھی یاد نہ رہا ہو کہ اسی موقف کو پہلے ''منزل من اللہ'' کا درجہ دے چکا ہوں!؟......جو کچھ بھی ہو، بہر حال باعث حیرت ہے۔

آخر میں جب آپ نے یہ فرما دیا کہ: ''اس مسئلہ کو یہیں سمیٹ دیا جائے۔'' تو کیا اس کے بعد ارباب وفاق کے لیے کوئی گنجائش باقی رہ گئی تھی کہ آپ کے احتجاج کو سنتے یا آپ کے تحفظات کو دُور کرنے کی کوشش کرتے؟......خود آپ نے اپنا رسالہ بھیجا، تبصرہ ہونے پہ برہم بھی خود ہوئے، مسئلہ بھی خود اٹھایا، پھر عاملہ کے اجلاس میں شرکت سے انکار بھی خود ہی کیا، کمیٹی کے ساتھ ملاقات سے بھی خود ہی گریزاں رہے اور آخر میں خود ہی کہہ دیا کہ: اس مسئلہ کو یہیں سمیٹ دیا جائے۔ اس ساری صورتحال کو دیکھتے ہوئے ہم اگر یہ کہیں تو بے جا نہیں ہوگا کہ آنجناب کا اصل مقصد وفاق کو یرغمال بنا کر اپنا مضمون ''وفاق المدارس'' میں شائع کرانا تھا، لیکن جب اس میں ناکامی ہوئی تو مسئلہ کو سمیٹنے میں ہی عافیت سمجھی۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں تھی کہ آپ اکابر علماء کی کمیٹی کے سامنے اپنا احتجاج ریکارڈ کراتے، اپنے تحفظات کا اظہار کرتے، اپنی جائز شکایات کا ازالہ کرواتے اور یہ مسئلہ حل ہو جاتا۔ (جاری ہے۔۔۔)

☆☆☆☆

مولانا مفتی عبدالقوی، لاہور

مولانا راشدی صاحب سے چند طالب علمانہ سوالات

برصغیر پاک و ہند کے علمی خاندانوں کی فہرست میں خاندانِ صفدریہ ایک نمایاں نام ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر اور ان کے بھائی، مفسر قرآن و شارح حکمت ولی اللہی، حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحب کا ذکر آتے ہی متعدد متبرک نسبتیں اور وقیع علمی کاموں کے نقوش لوحِ دماغ پر اُبھرنے لگتے ہیں۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول سنت و بدعت کی توضیح وتشریح سے لے کر غلط نظریات و افکار کی مدلل تردید وتنقید تک کون سا علمی خدمات کا وہ گوشہ ہے جہاں ان حضرات کے اشہب قلم کی جولانیاں نظر کو خیرہ نہیں کرتیں۔ ان حضرات کی دینداری وتقویٰ اور اپنے بزرگوں کی نسبتوں کی برکت ہے کہ ان کے کاموں پر قبولیت کے آثار بھی ہر کہہ ومہہ مشاہدہ کر سکتا ہے۔

قلمی وعلمی نقوش کے علاوہ ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے ذریۂ طیبہ کے فضل سے بھی مالا مال کیا ہے۔ چنانچہ خاندان کے افراد اور ان حضرات کے اخلاف بھی ایک سے بڑھ کر ایک اور ہر گلے را بوئے دیگر است کے مصداق ہیں۔ خاندان کے افراد میں زیادہ نمایاں نام ابوعمار مولانا زاہد الراشدی صاحب کا ہے۔ مولانا خالص علمی خاندانی پس منظر اور عالی استعداد کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک منجھے ہوئے قلم کار بھی ہیں۔ ٹھیٹھ علمی و تدریسی خدمات کے سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ وہ حالاتِ زمانہ کی نبض شناسی کا ملکہ بھی بہم پہنچائے ہوئے ہیں۔ تعبیر وتفہیم کا دلنشیں اسلوب بھی انہیں ودیعت کیا گیا ہے۔ اور رواداری اور طبیعت کا دھیما پن بھی مزاج کا لازمہ ہے۔

مولانا کی انہی خصوصیات کی وجہ سے ہم ان کے دیرینہ معتقد اور نیاز کیش ہیں۔ ''الشریعۃ'' میں چھپنی والی ان کی تحریریں بھی مستقل دلچسپی سے پڑھتے آئے ہیں۔ مولانا اپنے ساتھ اختلاف کرنے والوں کو برداشت بھی کرتے ہیں اور ان کے ساتھ مکالمے پر یقین محکم رکھتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ مولانا بالعموم جس موضوع کو چھیڑتے ہیں یا جس بحث میں پڑتے ہیں اپنے (ہم خیال) قاری کو انشراح واطمینان کی منزل تک پہنچا کر دم لیتے ہیں۔ لیکن اسے ہماری کوتاہی فہم پر محمول کیجئے یا مولانا کے فکری الجھاؤ کا شاخسانہ سمجھیے کہ اپنے صاحبزادے عمار خان صاحب کے افکار ونظریات اور ان کے دفاع کے معاملے میں مولانا کا طرز عمل کسی طور بھی ان کے منصب علمی، اور صاف گوئی کے سابقہ اوصاف سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اس سلسلے کی از اول تا آخر تحریریں دیکھنے سے صاف معلوم

ہوتا ہے کہ مولانا یا تو کسی فکری کنفیوژن کا شکار ہیں یا پھر میلان قلبی یا طبعی پر علمی تقاضوں کو غالب کرنے میں انہیں کسی نا معلوم دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ یا وہ کسی ایسی موہوم و مجہول مصلحت میں گم ہیں جس کا وہ اظہار کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔

بہرحال!

اسباب جو بھی ہوں نتیجہ یہی ہے کہ مولانا کا اس معاملے میں طرزِ عمل نہ صرف تضاد کا شکار ہے بلکہ اپنے لیے لیپا پوتی اور الزامی جوابوں کے علاوہ کوئی معقول سنجیدہ توجیہ کا حامل ہونے سے بھی محروم ہے۔ ذرا تفصیل دیکھئے:

O۔ چند سال قبل عمار خان صاحب کی کتاب ''حدود وتعزیرات چند اہم مباحث'' غامدی صاحب کے ادارے ''المورد'' سے طبع ہو کر آئی۔ اس کتاب کے مندرجات بجا طور پر اہل علم کے لیے سخت تشویش کا باعث تھے۔ اس کتاب کا پیشِ لفظ مولانا زاہد الراشدی صاحب نے لکھا اور اس میں عمار خان صاحب اور ان جیسے دیگر حضرات کو اپنی سرپرستی کا یقین دلایا۔ لیکن چونکہ مولانا کو اندازہ بلکہ یقین تھا کہ اس کتاب کے مندرجات ہمارے علمی حلقے میں ہضم ہونے کے نہیں اس لیے پیش بندی بھی کر دی اور اپنی سرپرستی وحمایت کو اس شرط کے ساتھ مشروط کر دیا کہ اہل السنّت والجماعت کی پاسداری کی جائے۔ مولانا کی بات انھی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:

> '' آج کے نوجوان اہل علم جو اسلام کے چودہ سو سالہ ماضی اور جدید گلوبلائزیشن کے ثقافتی ماحول کے سنگم پر کھڑے ہیں وہ نہ ماضی سے دستبردار ہونا چاہتے ہیں اور نہ مستقبل کے ناگزیر تقاضوں سے آنکھیں بند کرنے لیے تیار ہیں۔ وہ اس کوشش میں ہیں کہ ماضی کے علمی ورثہ کے ساتھ وابستگی برقرار رکھتے ہوئے قدیم و جدید میں تطبیق کی کوئی قابلِ قبول صورت نکل آئے مگر انہیں دونوں جانب سے حوصلہ شکنی کا سامنا ہے اور وہ بیک وقت قدامت پرستی اور تجدد پسندی کے طعنوں کے ہدف ہیں۔ مجھے ان نوجوان اہل علم سے ہمدردی ہے۔ میں ان کے دکھ اور مشکلات کو سمجھتا ہوں اور ان کی حوصلہ افزائی کو اپنی دینی ذمہ داری سمجھتا ہوں صرف ایک شرط کے ساتھ کہ امت کے اجماعی تعامل اور اہل السنۃ و الجماعۃ کے علمی مسلمات کا دائرہ کراس نہ ہو کیونکہ اس دائرے سے آگے بہر حال گمراہی کی سلطنت شروع ہو جاتی ہے۔'' (حدود وتعزیرات: 13)

اس عبارت سے قاری یہ تأثر لینے میں حق بجانب ہے کہ مولانا راشدی صاحب عمار خان صاحب وغیرہم کی گمراہیوں یا انحرافات کی ذمہ داری اپنے سر لینے کے لیے تیار نہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ مولانا کی طرف سے ان کو حاصل ہونے والی حمایت مشروط اور عارضی ہے۔ جوں ہی شرط (یعنی اہل سنت کے علمی مسلمات کی پاسداری) اٹھ جائے گی اور یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ان لوگوں نے واقعتاً مخالفت کی ہے تو مولانا اپنی حمایت سے صاف دستبردار ہو جائیں گے۔

اپنے ذہن میں مولانا کی شخصی خاکے کی بدولت ہم نے بھی یہی تاثر لیا اور اس انتظار میں رہے کہ اہلِ علم کی طرف سے جیسے ہی انحرافات وتجاوز کی نشاندہی ہوگی مولانا اس کا سنجیدگی سے جائزہ لیتے ہوئے صاف اعلان فرمادیں گے۔

ویسے تو مولانا خود بھی ذمہ دار عالم اور ماہر مدرس ہیں اس لیے انہیں دوسرے حضرات کی طرف سے نشاندہی کا انتظار کرنا ہی نہیں چاہیے تھا خود ہی تحقیق کر کے مخالفت وموافقت کا فیصلہ فرما سکتے تھے لیکن چلو! وقت کی قلت یا اجتماعی رائے کی اہمیت کی بنا پر انتظار کرنے میں بھی حرج نہیں۔

بہرکیف! یہ انتظار موجود تھا۔ لیکن جب اہلِ علم کی طرف سے عمار خان صاحب پر تنقید سامنے آئی اور انہوں نے مدلل انداز سے عمار صاحب کے انحرافات کو واضح کیا تو نہ جانے مولانا کو اپنے اس فرض منصبی اور متوقع فیصلے سے کس چیز نے باز رکھا! مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب نے ''مقام عبرت'' کے نام سے اور پھر ''عمار خان کا نیا اسلام'' کے نام سے ان کے غلط نظریات کو سنجیدہ انداز سے واضح کیا اور خود مولانا راشدی صاحب کو ان تحریروں میں مخاطب بنا کر متوجہ کیا کہ حضرت آپ اپنی ذمہ داری نبھائیں ایک ذمہ دار عالم ہونے کی حیثیت سے اس بحث کا فیصلہ اور محاکمہ ہی کر دیجئے تو مولانا اپنی منصفانہ روش کے برعکس انہیں طرح دے گئے اور خود خاموش تماشائی بن گئے۔ حضرت مفتی صاحب نے جب ''حدود وتعزیرات'' پر اپنا تبصرہ بھیجا تو اس میں مولانا سے ان الفاظ میں شکوہ کیا:

> ''ہمیں مولانا مدظلہ...... سے ......ایک عاجزانہ شکوہ بھی ہے کہ یہ دیکھنے کے باوجود کہ محمد عمار خان نے اجماعی تعامل اور اہل السنۃ والجماعۃ کے دائرے کو کئی جگہوں سے نہ صرف تجاوز کیا ہے بلکہ ان (مسلمات) کو ہی مشکوک بنانے کے درپے ہوئے ہیں۔ لیکن پھر بھی (مولانا۔ عمار خان کو) گمراہی پر تنبیہ کرنے کی بجائے (اس کی حوصلہ افزائی) فرماتے ہیں......
>
> ہمارا خیال ہے کہ مولانا ایک ماہر عالم کے بھی اور بحیثیت والد کے بھی ہم سے زیادہ بہتر پوزیشن میں تھے کہ اپنے بیٹے کو اجماعی تعامل اور اہل سنت کے علمی مسلمات کے دائرے سے تجاوز کرنے سے روکتے۔'' (مقامِ عبرت:5)

لیکن اس کے باوجود مولانا نے اس بات کو سنجیدگی سے نہ لیا اور بلکہ آج تک لینے کے لیے آمادہ نظر نہیں آتے۔ اس سلسلے میں مولانا کے سامنے ترجیحات اور اعذار جو بھی ہوں ہمارا صرف ایک طالب علمانہ سوال ہے اور وہ یہ کہ اگر مولانا نے عمار خان کے معاملے میں اس پہلو سے سنجیدگی نہیں دکھانی تھی تو مذکورہ کتاب کے مقدمے میں حمایت کو مشروط ٹھہرانے کا تکلف کیوں برتا؟ صاف صاف کیوں نہ کہہ دیا کہ میں ہر طور پر عمار خان وغیرہم کی حمایت کروں گا؟ یہ مولانا کے فعل وقول کا ایک کھلا تضاد ہے جس کا واضح اور دوٹوک جواب

مولانا اپنی عنایت سے دیں تو مہربانی ہوگی ورنہ بات بنتی دکھائی نہیں دیتی۔

عمار خان کے انحرافات کا معاملہ کوئی ایسا دقیق و غامض بھی نہیں کہ اس کو صرف باریک بین اور صرف کتابی علماء ہی سمجھ سکیں بلکہ خود امام اہل سنتؒ سمیت خاندان صفدریہ میں سے مولانا عبدالقدوس قارن صاحب اور مولانا عبدالحق خان بشیر صاحب انتہائی واضح اور دوٹوک لفظوں میں اس کی تغلیط و تردید فرما چکے ہیں۔ اس کے باوجود مولانا کا اس معاملے میں پہلوتہی کا مظاہرہ کرنا ناقابلِ فہم ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ:

اب تک کا منظرنامہ ایسا ہی تھا کہ مولانا راشدی صاحب اس موڈ میں نظر آتے تھے کہ میں عمار خان کی حمایت بھی جاری رکھوں اور مجھے اس معاملے میں چھیڑ کر صراحت و وضاحت نہ لی جائے اور ''مٹی پاؤ اور کام چلاؤ'' کے فارمولے کے تحت کام چلتا رہے، البتہ جب زیادہ ہی حالات تنگ ہوتے دکھائی دیتے تھے تو تھوڑا بہت کہہ سن کر خاموش کرانے پر اکتفا کر دیتے تھے جیسے ابولبابہ شاہ صاحب کے ساتھ مکالمے اور بعض زبانی گفتگوؤں میں اس کا نمونہ دیکھا جا سکتا ہے۔ لیکن جب مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی طرف سے ''الشریعہ'' اور مولانا راشدی صاحب کے اجتماعی بائیکاٹ کے لیے تحریر سامنے آئی اور اس پر دستخطی مہم شروع کی گئی تو مولانا نے غالبًا بادلِ نخواستہ کچھ وضاحتیں ضروری سمجھیں۔ اور ''الشریعہ'' کے خصوصی نمبر میں ''ناقدین کی خدمت میں!'' کے عنوان سے عمار خان کی وکالت کھل کر کرنے کی جرأت کی۔ اس وضاحت میں توقع تھی کہ مولانا اپنے فرضِ منصبی کے تقاضوں کو نبھاتے ہوئے اور اپنی شرطِ حمایت کو پورا کرتے ہوئے معاملے کو صاف فرمائیں گے اور اہل علم کو اور مولانا کے دیرینہ معتقدین کو اس معاملے میں اطمینان دلائیں گے۔ ہم نے بھی اسی توقع اور طلب سے یہ وضاحتیں پڑھیں۔ لیکن افسوس ہے کہ مولانا یہاں بھی۔ اگر گستاخی معاف ہو۔ تو انصاف کا دامن چھوڑتے نظر آتے ہیں۔ تفصیل دیکھئے!

عمار خان کے دامن سے جو پہلا الزام مولانا نے اٹھانے کی سعی فرمائی ہے وہ غامدی صاحب کے تلمذ، ان سے استفادے اور تائید و حمایت کا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

> ''(عمار خان) کے نام کے ساتھ ''غامدی'' کا لاحقہ جوڑنے کی کم از کم ان بزرگوں سے توقع نہیں تھی، اس لیے کہ اس نے جاوید احمد غامدی صاحب سے بعض معاملات میں تلمذ ضرور حاصل کیا ہے لیکن کیا تلمذ کے ساتھ نسبت بدل جاتی ہے؟ ہمارے مخدوم و مکرم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ کے اساتذہ میں مولانا عبدالستار خان نیازی مرحوم اور حضرت مولانا عبداللطیف جہلمی قدس اللہ سرہ العزیز کے اساتذہ میں مولانا محمد چراغ مرحوم، جبکہ والد گرامی حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کے اساتذہ میں مولانا غلام محمد رحمانی مرحوم اہل حدیث کا نام آتا ہے۔ تو کیا یہ بزرگ انہیں

بھی نیازی اور رحمانی وغیرہ کی نسبت سے نوازیں گے؟

عمار خان کی چند سال قبل کچھ عرصے کے لیے غامدی صاحب کے ادارے کے ساتھ بطور ریسرچ اسکالر وابستگی رہی ہے، لیکن یہ بزرگ کیا فرمائیں گے کہ سرسید احمد خان مرحوم نے اپنے کالج کے شعبہ دینیات کے لیے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے داماد حضرت مولانا عبد اللہ انصاری رحمہ اللہ کا انتخاب کیا تھا اور انہوں نے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے حکم پر سالہا سال تک سرسید احمد خان مرحوم کے کالج میں ملازمت کی تھی۔ کیا یہ بزرگ اس بنیاد پر مولانا محمد عبد اللہ انصاری رحمہ اللہ کو سرسید احمد خان مرحوم کے خیالات ونظریات کا حامل ومؤید قرار دے دیں گے؟

عمار خان نے بعض مسائل میں غامدی صاحب کے مؤقف کی تائید کی ہے تو بعض معاملات میں ان پر تنقید بھی کی ہے جو ''الشریعۃ'' کے صفحات میں شائع ہو چکی ہے۔ خود میں نے غامدی صاحب کے بہت سے نظریات پر تنقید کی ہے، لیکن بعض معاملات میں ان کی تائید بھی کی ہے اور یہی صحیح اور منصفانہ علمی رویہ ہے۔''

اس سلسلے میں طالب علمانہ عرض اور سوال یہ ہے کہ مولانا ٹھنڈے دماغ سے جواب عطا فرمائیں کہ کیا عمار خان کا غامدی صاحب سے تعلق اور ان بزرگوں کا مذکورہ اساتذہ سے تعلق یکساں نوعیت کا ہے؟ کیا قاضی مظہر صاحبؒ نے عبد الستار خان نیازی صاحب کے افکار کی ترجمانی کا فریضہ بھی سرانجام دیا تھا۔ اور کیا قاضی عبد اللطیف جہلمیؒ صاحب، محمد علی چراغ اور مولانا سرفراز خان صاحبؒ مولانا غلام رحمانی کے ایسے ہی شارح اور ترجمان تھے جیسے عمار خان صاحب غامدی کے ہیں؟ کہاں ایک اتفاقی تلمذ اور کہاں باقاعدہ شعوری شاگردی اور باضابطہ ترجمانی......!؟

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ان دونوں تلمذوں کو ایک ہی لڑی میں پرونے اور قیاس مع الفارق پر سوائے داد تحقیق کے مولانا کی خدمت میں اور کیا پیش کیا جاسکتا ہے کہ ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

آپ غامدی نسبت پر اعتراض کریں، ضرور کریں، آپ کا حق ہے، لیکن خدارا انصاف کا خون تو نہ کیجئے۔ اسی طرح ''المورد'' سے وابستگی کو سرسید کے کالج سے وابستگی کے ساتھ نتھی کرنا بھی عجیب قیاس مساوات ہے۔ کیا مولانا عبد اللہ انصاری کی وابستگی کالج کے ساتھ ایسی ہی تھی جیسی عمار خان کی ''المورد'' سے ہے؟ خدارا انصاف!!

باقی رہا عمار خان کا بعض مسائل میں غامدی کے نظریات پر تنقید کرنا۔ اول تو وہ آٹے میں نمک کے برابر ہے دوسرے جب اصولی طور سے عمار خان صاحب غامدی سے متفق نظر آتے ہیں تو جزوی مسائل میں اختلاف

کی حیثیت کالعدم ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے قادیانی پارٹی سے لاہوری پارٹی کا اختلاف یا اگر یہ تشبیہ گراں گذرے تو مجتہد مطلق سے مجتہد منتسب کا اختلاف واتفاق۔

ہم نہیں سمجھتے کہ مولانا جیسی شخصیت دونوں نسبتوں اور تلمذ کی نوعیت کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھتی ہو گی لیکن اس کے باوجود انہیں ایک ہی رسی سے باندھنے پر ہمارے جیسے طالب علم انگشت بدنداں ہونے کے علاوہ کیا کر سکتے ہیں؟

اس سلسلے میں چلتے چلتے مولانا سے ایک سوال یہ بھی کرنے کو جی چاہتا ہے کہ جب آپ کو عمار خان کے غامدی کے ادارے سے وابستہ ہونے، اس کے افکار کو اپنانے، اس کی ترجمانی و وکالت کرنے اور الشریعہ کے پلیٹ فارم کو اس ''کارخیر'' کے لیے استعمال کرنے پر کوئی اعتراض نہیں، تو محض غامدی نسبت پر اتنا چیں بہ جبیں ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر یہ سارے سلسلے کار خیر ہیں تو آخر اس نسبت میں ہی کیا قباحت ہے؟

اس کے بعد مولانا نے عمار خان کے دفاع کو کھلے بندوں تسلیم اور قبول کیا ہے اور یہ غالباً پہلا موقع ہے کہ مولانا نے اتنا کھل کر دفاع تحریری شکل میں کیا ہے۔ بائیکاٹ کی دستخطی مہم بعض لوگوں کے نزدیک بھلے ناگوار ہو لیکن اس کا یہ پہلو بہر حال خوشگوار ہے کہ اس کی بدولت اصل قضیے سے کافی ساری گرد و غبار چھٹی ہے اور مولانا راشدی صاحب اتنا کھل کر اپنا موقف لکھنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ ان وضاحتوں کی روشنی میں امید ہے کہ ان حضرات کو بھی اطمینان و انشراح ہو جائے گا جو اس معاملے میں کسی خوش فہمی یا تذبذب کا شکار ہیں۔

مولانا راشدی صاحب لکھتے ہیں:

> ''مجھ پر یہ الزام ہے کہ میں عمار خان کا ناجائز دفاع کرتا ہوں۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ میں دفاع ضرور کرتا ہوں، مگر ناجائز نہیں کرتا۔ ایک دوست میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم عمار خان کا دفاع کیوں کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ہمارے ہاں مزاج بن گیا ہے کہ ہر اختلاف کو کفر و اسلام کا معرکہ بنا لیا جاتا ہے۔ ہر جھگڑے کو ۳۰۲ کا کیس بنانے کی کوشش کی جاتی ہے...... میں نے ان صاحب سے پوچھا کہ اگر عمار خان کسی جھگڑے میں دفعہ ۱۵۱/۱۰۷ کے درجہ کا ملزم بنتا ہو اور اس کے خلاف ۳۰۲ کی ایف آئی آر کٹوانے کی کوشش کی جائے تو مجھے کس کا ساتھ دینا چاہیے؟ اس پر وہ صاحب خاموش ہو گئے۔
>
> میں نے ہمیشہ دوستوں سے کہا ہے کہ عمار خان کے خلاف جس درجہ کی بات ہے، اتنی کرو تو میں آپ کے ساتھ ہوں۔ اور اگر ۱۵۱/۱۰۷ کے کیس ۳۰۲ کا پرچہ درج کرانے کی کوشش کی جائے گی تو میں اس کے ساتھ ہوں گا اور مجھے اس کے ساتھ ہی ہونا چاہیے۔ اور یہ صرف عمار خان کی بات نہیں، جس کے ساتھ بھی اس قسم کی زیادتی ہوتی ہے، میں نے ماضی میں بحمد اللہ اسی کا ساتھ دیا ہے اور آئندہ بھی میرا طرز عمل ان شاء اللہ تعالیٰ یہی رہے گا۔'' [20]

اس پر ہماری طالب علمانہ عرض یہ ہے کہ یہ تو بجا ہے کہ کسی کے ساتھ اختلاف کی صورت میں اس کے ساتھ زیادتی اور حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے اور ۱۵۱ کے جرم کو ۳۰۲ کا کیس نہیں بنانا چاہیے۔ اس ضابطے کی رو سے اگر عمار خان صاحب ۱۵۱ کے مجرم ہیں تو انہیں ۳۰۲ کا ملزم نہیں گردانا چاہیے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا مولانا راشدی صاحب نے عمار خان کو اس کے جرائم اور تجاوزات پر ۱۵۱ کی سزا دی بھی ہے؟ اور کیا وہ اس پر اس درجے کا کیس دائر کرانے کے لیے بھی آمادہ ہیں؟ اور کیا ناصحین کی طرف سے بارہا ایسی شکایات کے باوجود مولانا نے اس پر ۱۵۱ کا کیس دائر کیا ہے؟

ہوسکتا ہے مولانا یا ان کے کوئی وکیل صفائی یہ کہیں کہ مولانا نے عمار خان سے جب بعض مسائل میں اختلاف کیا ہے تو یہ ان کے مسائل کو بلیک لسٹ کرنے کے لیے کافی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ اتنی بات، بات برائے بات تو ہوسکتی ہے اصل جواب نہیں، کیوں کہ بنیادی بات جزوی مسائل میں اختلاف کی نہیں بلکہ اصل چیز وہ علمی فکر اور روش ہے جس پر عمار صاحب کار بند ہیں۔ اور یہ روش اپنے اجتہاد کے پھریرے لہراتے ہوئے اہل سنت کے علمی مسلمات اور اجتماعی تعامل کو پامال کرنے کی ہے۔ جب مولانا اس طرز کی حوصلہ افزائی کرتے ہوں تو ایسی صورت میں بعض مسائل سے اختلاف کو سامنے کرنا ایک دفع الوقتی اور زیادہ سے زیادہ الزامی جواب ہے جس کی قیمت علم وتحقیق کے میدان میں کوئی زیادہ نہیں۔

آخر میں مولانا نے عمار خان کے بارے میں اپنے تئیں حتمی فیصلہ واضح انداز میں لکھ دیا ہے، لیکن اس سے معاملہ ختم ہوتا نظر نہیں آتا۔ مولانا کو شاید مکالمے اور مباحثے سے ضرورت سے زیادہ دلچسپی ہے اس لیے وہ بات کو آخری درجے میں نہیں پہنچاتے تاکہ جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ چلتا رہے اور اُلجھاؤ کی ایک مستقل سیریز چلتی رہے۔ کچھ اس قسم کا تاثر اس فیصلے کے بارے میں بھی ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

> ''جمہور اہل سنت کے مسلمات کے دائرے کو حق کا معیار سمجھتا ہوں اور اس سے خروج کو گمراہی قرار دیتا ہوں۔ مگر اہل سنت میں شوافع، حنابلہ، مالکیہ، اشاعرہ، ماتریدیہ اور ظواہر کو بھی شامل سمجھتا ہوں۔
>
> اس دائرے میں میرا فکر ونظر کا توسع صرف عمار خان کے لیے نہیں، بلکہ مطالعہ وتحقیق کا ذوق رکھنے والے تمام حضرات کے لیے ہے۔ بیسیوں حضرات ایسے موجود ہیں جن کی میں نے اس دائرے میں حوصلہ افزائی کی ہے اور اب بھی کرتا ہوں اور اس حق سے عمار خان کو صرف اس لیے محروم نہیں کرسکتا کہ وہ میرا بیٹا ہے۔
>
> یہ میرا اصولی موقف ہے۔ جہاں تک مسائل کا تعلق ہے، بعض مسائل میں مجھے بھی عمار خان سے اختلاف ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ حق وباطل کے درجہ اور گمراہی کے دائرے کا نہیں ہے۔ اسے میں نے متنازع فیہ مسائل میں اپنا موقف خود تحریر کرنے کے لیے کہا ہے جو اس کے قلم سے ''الشریعہ''

کے زیر نظر شمارے میں شائع ہو رہا ہے۔ احباب سے میری گذارش ہے کہ وہ اس کے موقف کو اس کے قلم سے ملاحظہ کریں اور پھر اس سے اختلاف کریں۔ کسی بھی جائز اختلاف میں وہ مجھے اپنے ساتھ پائیں گے۔ اگر کوئی دوست محاذ آرائی سے ہٹ کر عمار خان کے کسی موقف کے بارے میں افہام وتفہیم کے لہجے میں مجھے سمجھا دیں کہ وہ گمراہی کے درجہ کا ہے اور حق اور باطل کے فرق کے دائرے میں آتا ہے، تو میں اس دوست کا شکر گذار ہوں گا، عمار خان کو اس سے رجوع کے لیے کہوں گا اور اگر وہ اس پر ضد کرے گا تو اس کے موقف سے لاتعلقی کا اعلان کرنے میں ذرہ بھر تامل نہیں کروں گا۔''

مولانا نے یہاں بھی حسب معمول اپنی وہ شرط ذکر کی ہے جو خوش آئند ہے لیکن اس شرط کے بعد جو نتیجہ برآمد کیا ہے اور ''افکار عماریہ'' کے بارے میں جو فیصلہ دیا ہے وہ خوش فہمی کو بالکلیہ ختم کر دیتا ہے اور آدمی سوائے سر پکڑنے کے اور کچھ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ایک طرف مولانا اہل سنت کے علمی مسلمات کی پاسداری کو شرط ٹھہراتے ہیں اور دوسری طرف جب عمار خان صاحب کے افکار کو اہل سنت کے علمی مسلمات سے تجاوز و انحراف ثابت کیا جاتا ہے تو مولانا اس پر چپ سادھ لیتے ہیں اور جانبین کی غلط فہمی دور کرنے یا علمی محاکمہ کرنے کی بجائے آپس میں بحث مباحثہ میں اُلجھے رہنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اجمالاً جائز اختلاف میں اپنے آپ کو عمار خان صاحب کے مخالف کیمپ میں شامل کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود فیصلہ یہی صادر کرتے ہیں کہ عمار خان کے اختلاف حق و باطل اور گمراہی کے نہیں، فیا عجباہ! مولانا کے اس طرز عمل کی تطبیق میں کم از کم ہمارا حال تو یہ ہے کہ

عجب مشکل میں اُلجھا سینے والا جیب و داماں کا

جو یہ ٹانکا تو وہ اُدھڑا، جو وہ ٹانکا تو یہ اُدھڑا

اس اُلجھاؤ کی پالیسی پر عمل درآمد کے ساتھ ہی مولانا نے یہ تاثر دینے کی کوشش بھی فرمائی ہے کہ شاید علم وتحقیق کے میدان میں عمار خان صاحب اکیلے ہی ہل من مبارز کے نعرے لگا رہے ہیں اور آج تک کسی صاحب علم نے ان کی غلطیوں کو واضح کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی اسی لیے تو مولانا نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی دوست ان کی غلطیوں کو واضح کر دیں تو میں ریورس گیئر لگانے کے لیے تیار ہوں۔ حالانکہ یہ بات حقیقت سے آنکھیں چرانے کے مترادف ہے۔ عمار خان صاحب نے جتنا لکھا ہے اس سے زیادہ نہیں تو اس کے قریب قریب اس پر نقد بھی موجود ہے۔ جس میں جواب ترکی بہ ترکی کے علاوہ سنجیدہ تحریریں بھی موجود ہیں۔

باقی رہا یہ عذر اور شرط کہ کوئی بھی غلطی واضح کرے تو وہ ہمارے طے کردہ انداز تفہیم ہی کو اپنائے، یہ شرط قابل تلقین تو کہی جا سکتی ہے لیکن حق بات سے پہلو تہی کرنے کے لیے کم از کم مولانا راشدی صاحب جیسے دھیمے مزاج کے آدمی کے لیے عذر نہیں، کیوں کہ حق بات اگرچہ سخت انداز سے ہی ہو وہ غور کا تقاضا کرتی

ہے۔ یہ صرف زبانی فلسفہ ہی نہیں ہمارے حضرات کے ہاں اس کے نمونے بھی موجود ہیں۔ حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں احمد رضا خان صاحب کے اپنے مخصوص طرز تحریر کے کچھ رسالے آئے جن میں اکابر دیوبند کو صرف پھبتیوں سے ہی نہیں بلکہ مغلظات سے نوازا جاتا تھا، حضرتؒ نے مولانا یحییٰ صاحبؒ سے فرمایا کہ پڑھ کر سناؤ! انہوں نے مغلظات کا عذر رکھا، حضرتؒ نے فرمایا: بھائی! سناؤ کیا پتہ وہ صحیح بات ہی کہتے ہوں، ہماری غلطی واضح ہو جائے تو ہم اپنے موقف سے رجوع کر لیں۔

چلتے چلتے ایک ضمنی بات یہ بھی کہتے چلیں کہ اگرچہ مولانا اور ان کے صاحبزادے بلکہ تجدد پسندوں کا سارا حلقہ اس بات کی تلقین تو جا بجا کرتا نظر آتا ہے کہ اختلاف میں شائستگی اور سنجیدہ انداز تفہیم ہونا چاہیے۔ الشریعہ کے حالیہ شمارے کا بھی ایک بڑا حصہ اسی قول زریں کی تلقین و تعلیم کے لیے وقف ہے۔ لیکن۔ بڑی معذرت کے ساتھ۔ خود ان حضرات کے ہاں بھی اپنی اس تلقین سے واضح انحراف پایا جاتا ہے جس سے خدشہ ہوتا ہے کہ کہیں ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور کا معاملہ تو نہیں۔ الشریعہ کی اسی خصوصی اشاعت میں (جس کا ایک معتد بہ حصہ اسی تلقین غزالی کی نذر ہے) خود مولانا راشدی نے اپنے مخالفین کو ''ضحاکوں'' کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔ اور چھوٹے میاں نے القاعدہ اور اس کے فکری ہمنواؤں کے لیے سخت اور بے لاگ تنقید کا ''باضابطہ اصول'' وضع کیا ہے۔

اس لیے ہمارے ناقص خیال میں مولانا انداز تفہیم کی سنجیدگی کے مطالبے کو قارئین کے ذہن میں اپنی مظلومیت اور بے چارگی کا تاثر پیدا کرنے کے لیے بطور ایک خاموش ہتھیار کے استعمال کریں تو کریں، اسے حق بات کے قبول سے عذر کے طور پر پیش نہیں کرنا چاہیے۔ جب آپ کسی مخالف کے خلاف سخت زبان استعمال کرنے کو اپنا حق سمجھتے ہیں تو 'دوسرے کو اس حق سے محض اس وجہ سے محروم نہیں کر سکتے کہ وہ آپ کا مخالف ہے'۔

انداز تعبیر و تفہیم کی یہ بات جملہ معترضہ کے طور پر بیچ میں آ گئی، ورنہ اصل مقصود تو یہ ہے مولانا کا اپنے صاحبزادے کے افکار کے بارے میں اپنایا گیا طرز عمل اور بالآخر اس کے بارے میں کسی حد تک واضح فیصلہ کم از کم ہمارے جیسے طالب علموں اور مولانا کے دیرینہ معتقدوں کے لیے اطمینان و انشراح کی بجائے مزید اُلجھاؤ کا باعث بن رہا ہے۔

اپنی اس مشکل اور اُلجھن سے نکلنے کے لیے ہم مولانا کی خدمت میں اصلاً اور قارئین کی خدمت میں ضمناً یہ سوال کرنے کی جسارت کریں گے کہ:

اہل سنت کے علمی مسلمات اور اجماعی تعامل کیا کوئی مبہم چیز ہے یا اس کا کوئی لگا بندھا معیار ہے؟

اگر مبہم چیز ہے اور گویا وہ موم کی ناک ہے جسے ہر کوئی اپنی چاہت کے مطابق موڑ سکتا ہے تو ایسی

صورت میں کسی کو اس کا پابند بنانے اور اپنی حمایت کو اس کے ساتھ مشروط ٹھہرانے کا کیا معنیٰ ہے؟

اور اگر یہ معیار واضح ہے اور یقیناً ایسا ہے تو مولانا ایک ذمہ دار عالم و مدرس ہونے کی حیثیت سے اس سے بخوبی آگاہ بھی ہوں گے۔ کیا انہوں نے عمار خان صاحب کے افکار وفکری روش کو اس معیار کی کسوٹی پر کس کر دیکھا ہے؟ اور پھر ان کو اس معیار کے مطابق پایا ہے یا اس سے متجاوز ہے۔ اگر یہ متجاوز ہیں تو خود مولانا کے بقول وہ گمراہی کی سلطنت میں داخل ہو چکے ہیں۔ پھر ان کو ''حق و باطل اور گمراہی کے دائرے'' کا نہ سمجھنے کا کیا مطلب ہے؟

اور اگر یہ افکار اہل سنت کے دائرے کے اندر ہی داخل ہیں تو پھر مولانا کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ اس بات کو بالتفصیل واضح کریں کہ وہ کس طرح انہیں داخل اہل سنت سمجھتے ہیں۔ کیونکہ عمار صاحب پر نقد کرنے والے اس بات پر متفق اللسان ہیں کہ وہ انحراف کے مرتکب ہیں ان حضرات کی تعبیرات کے انداز سے قطع نظر مولانا کم از کم انہیں مخلص ضرور سمجھتے ہیں۔

تو کیا یہ مولانا کی علمی و اخلاقی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان حضرات پر واضح کریں کہ اصل اہل سنت کا معیار کیا ہے؟ اور آپ حضرات سے کہاں غلطی واقع ہو رہی ہے۔ مولانا مکالمے پر یقین رکھتے ہیں۔ اتنی بنیادی اور اہم بات کو نہ جانے وہ مکالمے میں نظرانداز کیوں کرتے ہیں؟ اور ہمیشہ اجمال سے کام کیوں لیتے ہیں؟ اور تفصیلی رائے دینے کی بجائے خود عمار خان کو آگے کر کے بقول کسے خود تماشہ دیکھنے لگ جاتے ہیں۔

مولانا چونکہ مکالمے کے داعی ہیں اور مباحثے کو کھلے دل سے قبول کرتے ہیں اس لیے ہم نے یہ جسارت کر دی ہے ورنہ ہمیں یہ بھی خدشہ دامن گیر ہے کہ کہیں مولانا اسے ہماری طرف سے گستاخی سمجھ کر در خور اعتناء ہی نہ سمجھیں۔

آخر میں قارئین سے بھی ایک التماس ہے کہ ہماری تحریر کے ساتھ ساتھ مولانا کی تحریر کے وہ حصے جن پر ہم نے معروضات پیش کی ہیں انہیں بالاستیعاب ملاحظہ کر لیا جائے، تاکہ یہ عذر بھی نہ رہے کہ ہماری بات من و عن نہیں دی گئی۔۔۔۔!! ☆☆☆ ☆☆☆

حضرت مدنی رحمہ اللہ نے ساری زندگی سیاست میں گذار دی اور گمراہ فرقوں کا تعاقب بھی جاری رکھا اور اس کو قطعاً سیاست کے منافی نہ سمجھا۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ بھی زندگی کا اکثر حصہ سیاسی جماعت سے وابستہ رہے اور فتنوں کا تعاقب بھی جاری رکھا۔ یہ ان حضرات کے لیے سبق ہے جو گمراہ فرقوں کے تعاقب کو سیاست کے لیے رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ ان کو اپنی سوچ وفکر درست کرنی چاہیے۔
(امام اہل سنت نمبر، مضمون ابن امام اہل سنت مولانا عبدالقدوس خان قارن)

مولانا منصور الحق، خوشاب

جناب حافظ اسامہ مدنی صاحب کی خدمت میں!

جاوید احمد غامدی کے تلمیذ وشاگرد اُن کے افکار ونظریات کے داعی ومناد جناب عمار خان ناصر صاحب کے والد گرامی، الشریعہ کے رئیس التحریر حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہم کے افکار، طرزِ عمل اور پالیسی پر گرما گرم بحث جاری ہے۔ ماہنامہ وفاق المدارس کا تبصرہ......مولانا عبدالرحیم صاحب چاریاری کی کتب ''نوازشات''، ''غامدیت کیا ہے؟'' اور اس پر مستند، جید اور سنجیدہ علماء کی تقاریظ......ابناء امام اہل سنتؒ کے مکاتیب ومضامین......مولانا مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہم کی کتاب ''عمار خان کا نیا اسلام''......مولانا مفتی ابولبابہ شاہ منصور مدظلہم، مولانا محمد مسعود ازہر مدظلہم، مجلّہ صفدر، ماہنامہ نصرۃ العلوم اور ماہنامہ الشریعہ کے مضامین ......اور جناب حافظ اسامہ مدنی صاحب کی کتاب ''شواہدات'' وغیرہ سبھی کچھ ہمارے پیشِ نظر ہے۔ جن میں سے اس وقت مؤخر الذکر کتاب کے صرف ایک پہلو کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔ ورنہ اس کا مکمل جواب ماہنامہ ''صفدر'' ہی میں شائع ہو رہا ہے۔

ہماری دیانت دارانہ رائے کے مطابق جناب حافظ صاحب موصوف نے بہت زیادہ جانب داری سے کام لیا ہے۔ لیکن اِس وقت ہمیں اُن کے قول وعمل میں عدم مطابقت اور اپنی آنکھ کا شہتیر دیکھنے سے غفلت پر بحث کرنی ہے۔ ہم اپنی طرف کچھ کہنے کی بجائے ان کی کتاب کی بعض عبارات پیش کر رہے ہیں۔

حافظ اسامہ مدنی صاحب کی کتاب ''شواہدات'' کے پیش لفظ میں مرقوم ہے:

> ''ماہنامہ نصرۃ العلوم کے رفیقِ تحریر عزیز القدر حافظ محمد اسامہ مدنی سلمہ اللہ تعالیٰ نے ماہنامہ نصرۃ العلوم میں ''شواہدات بجواب نوازشات'' کے عنوان سے آٹھ اقساط پر مشتمل ایک شاندار اور سنجیدہ مضمون تحریر کیا تھا......'' [ص:٦]

قارئین اس مضمون کی ''سنجیدگی'' ملاحظہ کریں!

۱......چاریاری صاحب کی بددیانتی [ص:۵۱]

۲......طعن وتشنیع، دشنام طرازی اور مکروفریب کا رویہ......[ص:۵۴]

۳......فی سبیل اللہ بداعتمادی اور بدگمانی پیدا کرنے کے لیے کذب بیانی کا سہارا لینا۔ [ص:۵۵]

۴......الزام تراشی اور بہتان طرازی کا یہ رویہ......[ص:۵۵]

۵......یہ بے تکا الزام......[ص:۵۶]

۶......البتہ بات کا پربت اور رائی کا پہاڑ بنانے کی روایت کو قائم رکھا گیا ہے۔[ص:۵۸]

۷......مخالفت برائے مخالفت کا بھوت اس قدر سوار ہے......[ص:۸۸]

۸......چاریاری صاحب کی اس کذب بیانی اور الزام تراشی بلکہ بہتان طرازی......[ص:۸۹]

۹......بداعتمادی اور بدگمانی کی فضا پیدا کرنے کی بھرپور سعی......[ص:۹۰]

۱۰......محترم چاریاری صاحب کی محدود سوچ اور تنگ نظری کا یہ عالم ہے۔[ص:۹۴]

حافظ اسامہ مدنی صاحب، چاریاری صاحب کی کتاب کے مقرظین کو نشانہ بناتے ہوئے لکھتے ہیں:

''......ان جیسی دوسری عبارات چاریاری صاحب اور ان کی کتاب پر تقریظ لکھنے والے بعض حضرات کی ذہنی کیفیت اور تربیت کی عکاسی کرتے ہیں۔ مختصراً یہ کہ اس کتاب نے اخلاقیات کی بھی دھجیاں اڑا کر رکھ دی ہیں۔''[ص:۱۳۴]

مقرظین پر طنز کے جواب میں حافظ صاحب کی کتاب پہ تقریظ لکھنے والوں کو بھی نشانہ بنایا جاسکتا ہے، لیکن ایسی باتیں اہل علم کو زیب نہیں دیتیں۔ ذرا حافظ صاحب کی اپنی کتاب کی عبارات دیکھیے جو اُن کی ذہنی کیفیت اور تربیت کی عکاس ہیں:

۱......اس ہیرا پھیری سے کیا مقصود ہے؟......[ص:۱۳۵]

۲......اگر ایسی حرکتوں سے باز نہ آئے تو پھر انہیں کوئی بے وقوف کہے گا، کوئی احمق وجاہل کہے گا، کوئی انہیں گندی مکھی کا نام دے کر فیصل آباد میں کتابچے چھپوا کر تقسیم کرے گا۔[ص:۱۵۰]

۳......کیڑے نکالنا......[ص:۹۷]

۴......مسخ شدہ صورت پیش کرنے کے لیے جس ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا ہے وہ انہی کا خاصہ ہے۔[ص:۱۰۰]

۵......دیگر مندرجات بھی اسی قسم کی مضحکہ خیز باتوں پر مشتمل ہیں۔[ص:۱۰۱]

۶......تعصب کی پٹی آنکھوں سے اتارنے کے بعد......[ص:۱۰۱]

۷......ان حضرات کا وطیرہ یہ ہے کہ باطل قوتوں سے ڈانڈے ملانے سے کم یہ بات ہی نہیں کرتے۔[ص:۱۲۸]

۸......بات کو یوں توڑ پھوڑ کر پیش کرنے کا سلیقہ غالباً ہمارے مخدوم چاریاری صاحب کی صحبت بافیض کا نتیجہ ہے۔[ص:۱۲۹]

۹......مخالفت برائے مخالفت کا جنون[ص:۱۳۲]

۱۰......ایک کریلا، دوسرا نیم چڑھا......[ص:۱۳۴]

۱۱......اس قسم کے دیگر بے ہودہ اور لچر قسم کے عنوانات......[ص:٦]

اس قسم کی زبان کے بے دھڑک استعمال کے باوجود ایک جگہ لکھا ہوا ہے:

''لیکن افسوس کے ساتھ کہ ہم معترضین کی زبان استعمال نہیں کر سکتے، کیونکہ یہ علماء کے شایان شان ہی نہیں ہے۔ اس لیے اس کتاب میں قارئین کرام صرف سنجیدہ، مدلل، پرمغز اور اپنے موضوع پر اصل حقائق ہی ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔[ص:۷]

اب ذرا ''علماء کے شایان شان''، سنجیدہ و پُرمغز زبان ملاحظہ فرمائیے!

۱...... یہ چار یاری نہیں بلکہ یہ آدمی چھتر یاری ہے۔[ص:۱۵۰]

۲......شیطانی فریضہ بھی بخوبی سرانجام دیا ہے۔[ص:۹۰]

۳...... چند بے تکے اعتراضات بلکہ دجل و افتراء پر مشتمل اتہامات۔[ص:٦]

۴......خداداد صفات میں کیڑے نکالنے والے......[ص:۷]

۵......طعن و تشنیع، گالی گلوچ، الزام تراشی، بہتان بازی، دشنام طرازی......[ص:۱۲]

٦......چار یاری صاحب نے اپنے ذوق کی تسکین کی خاطر الزامات اور اعتراضات کی حیثیت دیکھے بغیر......[ص:۱۵]

۷......غلط بیانی اور چال بازی کا مظاہرہ کیا ہے۔[ص:۷۷]

۸......چار یاری صاحب کی کذب بیانی[ص:۸۸]

حافظ صاحب موصوف ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

''مولانا موصوف اخلاقیات کی حدود کو کراس کرتے ہوئے بہت آگے نکل گئے ہیں۔''[ص:۱۵]

نیز یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

''یہ کتاب اخلاقیات کے تمام اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر لکھی گئی ہے۔''[ص:۱۵]

اور خود حافظ صاحب نے اخلاقیات کی کیا پاسداری فرمائی ہے؟ ملاحظہ کیجیے!

۱......شرمناک حقیقت۔[ص:۱٦]

۲......چار یاری صاحب سے کوئی بعید نہیں کہ وہ ایک کتاب یا رسالہ ''قاری طیبؒ صاحب کی عیسائیوں سے ہمنوائی'' لکھ ڈالیں۔[ص:۲۱]

۳......ناقدین کے لیے ہضم کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔[ص:۳۴]

۴......تحمل اور برداشت کے فقدان کی وجہ سے......[ص:۳۴]

۵......چار یاری صاحب پر مخالفت کا جنون اس حد تک سوار ہے......[ص:۳۴]

۶......یا تو وہ وحی کے انتظار میں ہیں کہ وحی آئے گی۔[ص:۳۹]

۷......شدید بد دیانتی کا مظہر ہے۔[ص:۶۱]

حافظ اسامہ مدنی صاحب نے اپنی اسی کتاب میں جناب پروفیسر عبدالماجد حمید صاحب کی ایک تحریر شائع کی ہے، جس میں ہمارے محترم بزرگ مولانا عبدالرحیم چار یاری صاحب مدظلہ کو ''چھتر یاری'' کہا گیا ہے۔[ص:۱۵۰] اس کے جواب میں ہم بھی اُن کے بزرگ مولانا ابوعمار صاحب کو ''کچھ'' کہنے کا حق رکھتے ہیں۔لیکن اخلاقیات بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔اور۔بہت معذرت کے ساتھ۔ایسی صورت میں قصوروار جناب حافظ صاحب ہی ہوں گے۔

کافی عرصہ قبل ماہنامہ الشریعہ کے ایک مضمون میں مولانا زاہدالراشدی صاحب نے جناب عمار خان صاحب پہ تنقید کرنے والوں کو ''غرانے کی مشق کرنے والا'' قرار دیا۔مولانا راشدی صاحب کی اس تحریر کی تاویل کرتے ہوئے حافظ اسامہ مدنی صاحب لکھتے ہیں:

> ''ایسے حضرات کے لیے صرف ایک اصطلاح ''غرانے کی مشق'' کیا استعمال کر دی، بہتوں کی حالت تو ایسی ہے جیسے جان ہی نکلی جا رہی ہے۔''غرانے کی مشق'' کے الفاظ محاورۃً استعمال ہوئے ہیں۔ محاورے میں الفاظ اپنے لغوی معنوں کے بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں......جبکہ غرانا مجازی معنوں میں غصے کی آواز نکالنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔''[ص:۱۲۹]

کیا حافظ اسامہ مدنی صاحب ہمیں اجازت دیں گے کہ ہم یہی الفاظ مولانا راشدی صاحب کے لیے استعمال کرتے ہوئے لکھ دیں:

۱......مفتی ابولبابہ صاحب نے عمار خان صاحب پہ تنقید کی تو مولانا زاہدالراشدی......لگ گئے۔

۲......بعض علماء کرام نے ابن عابدین کے سہو کو بیان کرتے ہوئے ''تسامح'' کا لفظ استعمال کیا تو مولانا زاہدالراشدی صاحب......لگے۔

۳......مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم نے عمار خان کو غامدی لکھا تو جناب مولانا زاہدالراشدی صاحب اُن پہ بھی......کی عادت پوری کرنے لگے۔

۴......عمار خان صاحب ہی تنقید کرنے والوں پہ......مولانا زاہدالراشدی صاحب کی عادت بن

گئی ہے۔......؟؟

اگر وہ مولانا زاہدالراشدی صاحب کے بارے میں یہ نامناسب الفاظ برداشت کرلیں تو یہ اُنھی کا حوصلہ ہے۔کم ازکم ہم اپنے اکابر وعلماء کے بارے ایسے کلمات قطعاً برادشت نہیں کرسکتے۔

ہم جناب حافظ اسامہ مدنی صاحب سے یہی عرض کریں گے کہ مولانا عبدالرحیم چاریاری صاحب کی کتاب کو ''اخلاقیات سے عاری'' قرار دینے سے پہلے آپ اپنی کتاب کی طرف بھی نظر فرمالیں۔کیونکہ آپ کے الفاظ کے مطابق ''اس حمام میں سب ننگے ہیں۔'' [ص:۷۰]

چلتے چلتے آخر میں ایک اور بات نقل کرکے ہم اجازت چاہیں گے۔حافظ اسامہ مدنی صاحب کی کتاب میں لکھا ہوا ہے:

> ''میری ناقص رائے کے مطابق مولانا راشدی صاحب پر اعتراضات کرنے والا آدمی کم ازکم مندرجہ ذیل صفات کا حامل ضرور ہونا چاہیے، وگرنہ اسے اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع کرنے کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوگا۔
>
> ۱......جس نے ان کی اول تا آخر تحریرات کا بنظرِ غائر مطالعہ کر رکھا ہو۔
>
> ۲......اکابر اہل السنۃ والجماعۃ احناف اور علماء دیوبند کی تحریرات اور طرزِ عمل سے بھی آگاہ ہو۔
>
> ۳......سنی سنائی باتوں پر یقین رکھنے والا اور کانوں کا کچانہ ہو۔
>
> ۴......تفصیلی عبارات کو چھوڑ کر مجمل اور مبہم عبارات سے استدلال کرنے والا نہ ہو۔یعنی تاویل القول بمالا یرضی بہ القائل کا داعی نہ ہو۔
>
> ۵......اور سب سے بڑھ کر یہ کہ فہم سلیم اور تدبر وحوصلہ سے بھی مالا مال ہو۔
>
> ان اوصاف سے متصف آدمی اگر انفرادی طور پر ہمارے ساتھ زبانی یا تحریری بات کرنا چاہے تو ہم ان شاء اللہ العزیز ان کی تسلی وتشفی کردیں گے۔'' [ص:۷،۸]

سراسر تحکم اور سینہ زوری سے کام لیتے ہوئے یہ شرائط عائد کی گئی ہیں،اور یہ اصول ماہنامہ الشریعہ کا ہے کہ اپنی جان چھڑانے اور راہِ فرار اختیار کرنے کے لیے من پسند شرائط لگا کر دوسروں کو اس کے مطابق گفتگو پر مجبور کیا جائے۔ورنہ علم وتحقیق کے میدان میں اس طرح کی خودساختہ شرائط کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ورنہ حافظ صاحب کی کتاب میں درج شرائط کے مقابلے میں ہم بھی شرائط عائد کرسکتے ہیں،مثلا:

> ''ہماری ناقص رائے کے مطابق مولانا راشدی صاحب کا دفاع کرنے والا آدمی کم ازکم مندرجہ ذیل صفات کا حامل ضرور ہونا چاہیے،وگرنہ اسے اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع کرنے کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوگا۔
>
> ۱......مولانا راشدی کا رشتہ دار نہ ہو۔کیوں کہ شرعا رشتے دار کی گواہی آدمی کے حق میں قبول نہیں

ہوتی۔البتہ اس کے خلاف قبول ہوجاتی ہے۔

۲......جذباتی نہ ہویعنی دماغ کی بجائے دل سے فیصلے کرنے والا نہ ہو۔

۳......متعصب نہ ہو۔محض عناد کی بنا پہ بڑوں اور چھوٹوں سے محاذ آرائی قائم کرنے والا نہ ہو۔

۴......مغرب اور مغربیت سے متاثر ومرعوب نہ ہو۔

۵......خالص مسلکی فکر رکھنے والے اکابر وہم عصر علماء ومحققین کے ہاں معتمد ہو۔

۶......اکابر دیوبند کے مسلکی تصلب اور پختگی سے آگاہ ہو۔

۷...... مصلحت پسند اور بزدل نہ ہو۔

لیکن ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ علم وتحقیق کے میدان میں اس طرح کی خودساختہ شرائط کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ان شرائط سے یا تو کلائی چھڑانا مقصود ہوتا ہے یا پھر مخالف پہ طنز وتنقید اور بس!واللہ اعلم

حافظ اسامہ مدنی صاحب سے گزارش ہے کہ براہِ کرم اپنے قول وعمل میں مطابقت پیدا فرماتے ہوئے دیانت داری اور انصاف کے ساتھ مباحثہ فرمائیں۔خدا تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پہ چلنے کی توفیق رفیق فرمائے۔آمین یارب العالمین۔ ☆☆☆☆

بقیہ ......''قارئین کی آراء''

☆...... صفدر شمارہ ۴۲ میں وفاق المدارس اور مولانا زاہد الراشدی صاحب کی خط وکتابت پڑھی۔اس سے ان شاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔عوام الناس کو یہ بات معلوم ہی نہیں کہ اس سے قبل بھی وفاق المدارس کے فورم پر یہ مسئلہ اٹھایا جاچکا ہے۔ان خطوط کی اشاعت کے بعد سمجھ آئی کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ورنہ ہم تو یہی سوچ رہے تھے کہ جب مولانا زاہد الراشدی صاحب کہہ رہے ہیں کہ:''مجھے وضاحت کا موقع دیا جائے، میری بات سنی جائے، پھر جو فیصلہ ہو میں ماننے کے لیے تیار ہوں۔''تو علماء کرام اُن کے اس مطالبے کو کیوں تسلیم نہیں کررہے۔اب علم ہوا کہ مولانا زاہد الراشدی صاحب کو بارہا موقع دے کر بلایا گیا،لیکن وہ آئے نہیں۔(پروفیسر عبدالغفور،گجرات)

☆...... صفدر اگست کا شمارہ پڑھ رہا ہوں۔مولانا ابوالحسن بھٹی کا مضمون''مسند ابو حنیفہ کی ایک حدیث اور اس کی تشریح''بہت پسند آیا۔حدیث کی بہت آسان اور سلیس تشریح کی ہے۔سمجھانے کا انداز بہت اچھا ہے۔(نیاز گل،سندھ)

☆...... حافظ اسامہ مکی صاحب کا مضمون پسند آیا۔اس انداز وطرز کے مضامین بھی ہونے چاہییں۔

(حافظ محمد عدیل عمران،لاہور)

حافظ محمد عدیل عمران، لاہور

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرنے والے کا حکم؟

محبوبِ کائنات، سرورِ کونین حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ نے جمیع انسانیت میں سے تمام انبیاء کرام کا انتخاب خود فرمایا، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ومعیت کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا انتخاب بھی خدا تعالیٰ نے خود فرمایا اور تمام امتوں سے افضل وچنیدہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیے۔ اگر کوئی بد بخت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو (معاذ اللہ) بُرا بھلا یا کافر کہتا ہے تو درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کے انتخاب پہ نکتہ چینی اور اعتراض کر رہا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: إن الله عزوجل اختارني واختارلي أصحابي وجعل لي منهم وزراء، واختارأصهارا، فمن سبّهم فعليه لعنة الله والملئكة والناس أجمعين، ولايقبل منه يوم القيامة صرفًا وعدلًا[مستدرك، ج:٣،ص:٦٣٢. قال الحاكم والذهبي صحيح] ۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سے مجھے چنا اور میری صحبت کے لیے میرے صحابہ کو چن لیا۔ ان میں سے بعض کو میرے وزراء، خسر اور داماد بنایا۔ جس نے ان کی بدگوئی کی، اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو، قیامت کے دن اس کا نہ فرض مقبول ہوگا نہ نفل۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق میں سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو درجہ، رتبہ، شان اور ختم نبوت کے عالی مقام کے لیے منتخب فرمایا اور چُنا ہے، اسی طرح اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انتخاب اور چناؤ کیا ہے۔ اور اُن میں سے بعض کو آپ کے وزراء (مثلاً حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ [ترمذی، ج:۲،ص:۲۵۸......مشکوٰۃ، ج:۲،ص:۵۶۰]) اور بعض کو انصار و مددگار اور بعض کو سسرال (جیسا کہ شیخین) بنایا۔ ظاہر بات ہے کہ جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سب وشتم کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے انتخاب، پسند اور چناؤ کو رد کرتا ہے۔ ایسا شخص کیوں نہ فرشتوں اور انسانوں کی لعنت کا مستحق ہو اور اس کی فرضی اور نفلی عبادت کیوں قبول ہو؟؟[ارشاد الشیعہ، ص:۴۳/۴۷]

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے قرآنی فیصلہ:

۱......"وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَداً ذَلِكَ الْفَوْزُ

الْعَظِيم "[سورۃ توبہ،۱۰۰]

ترجمہ: اور وہ لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جوان کے پیرو ہوئے اچھائی کے ساتھ، اللہ راضی ہوا اُن سے اور وہ راضی ہوئے اس سے، اور تیار کر رکھے ہیں واسطے اُن کے باغ، کہ بہتی ہیں نیچے اُن کے نہریں، رہا کریں انہی میں ہمیشہ، یہی بڑی کامیابی ہے۔

محقق اہل سنت وکیل صحابہ مولانا محمد نافع مد ظلہم لکھتے ہیں:

''یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ جنت اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا مقام ہے اور جہنم اس کی ناراضگی کی جگہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضامندی (حسب فرمان خداوندی) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل ہے۔ اور ''رضا مندی'' اللہ تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے۔ (یعنی صفت حادثہ نہیں کہ زائل ہو جائے۔) اور رضامند ہونے کا فرمان اسی شخص کے حق میں دیتے ہیں کہ جس کے متعلق اللہ کریم کو معلوم ہے کہ یہ شخص موجبات رضا پورا کرے گا۔ اور اس کا انجام درست اور اس کی وفات موجباتِ رضا پر ہوگی۔

پھر جس شخص پر اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے وہ آئندہ کبھی اس پر ناراض نہیں ہوتا، چنانچہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إن الرضا من الله صفة قديمة فلايرضىٰ إلامن عبدعلم أنه يوافيه على موجبات الرضى، ومَن رضى الله عنه لم يسخط عليه أبدًا"[الصارم المسلول لابن تيميه،ص:۵۷۷]

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اس کی صفت قدیمہ ہے۔ لہٰذا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں رضامندی ثابت ہونے کی رو سے ان کا دائمی مقام جنت ہے۔'' [سیرت امیر معاویہؓ، ص:۳۳]

۲......"وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُواْ كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُواْ أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاء أَلا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاء وَلَـكِن لَّا يَعْلَمُونَ"[البقره]

ترجمہ: اور جب کہا جاتا ہے اُن کو، ایمان لاؤ جس طرح سب لوگ (صحابہ) ایمان لائے تو کہتے ہیں: کیا ہم ایمان لائیں جس طرح ایمان لائے بے وقوف؟ جان لو! وہی بے وقوف ہیں، لیکن جانتے نہیں۔

۳......"كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّهِ"[آل عمران،۱۱۰]

اللہ تعالیٰ نے جماعتِ صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: تم اُمتوں سے بہتر ہو جو بھیجی گئی ہیں عالم میں، حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو بُرے کاموں سے اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

اس مقام پر ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے تمام اُمم پر صحابہ کے خیر ہونے کو ثابت کیا اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کی شہادت کے

برابر کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اپنے بندوں کے حالات کا اللہ کریم زیادہ عالم ہے۔ اور ان سے جو امورِ خیر صادر ہوئے ان کا بھی زیادہ جاننے والا ہے۔ بلکہ ان تمام باتوں کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خیر الامم ہونے کی اللہ تعالیٰ نے شہادت دے دی تو ہر شخص پر اس چیز کا اعتقاد و یقین رکھنا لازم ہے۔ ورنہ (العیاذ باللہ) وہ اللہ تعالیٰ کی خبروں کی تکذیب کرنے والا ہوا۔''

[الصواعق المحرقہ، ص:۲۰۸......بحوالہ سیرت امیر معاویہؓ، ازمولانا محمد نافع مدظلہم، ص:۲۷]

۴......''وَالَّذِينَ آمَنُواْ وَهَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَالَّذِينَ آوَواْ وَّنَصَرُواْ أُولَـئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقّاً لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ''[الانفال]

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، اور وہ لوگ جنھوں نے مہاجرین کو جگہ دی اور اُن کی مدد کی، وہ لوگ وہی ہیں سچے مومن، ان کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دو طبقوں کا ذکر کیا ہے، ایک مہاجرین کا اور دوسرا انصار کا۔ اور بغیر کسی استثناء کے ان سب کو اللہ تعالیٰ نے پکے اور سچے مومن کہا ہے اور ان کی مغفرت اور عزت کی روزی کا وعدہ فرمایا ہے۔ اب اگر کوئی شخص مہاجرین و انصار صحابہ میں سے کسی صحابی کو ۔جس کا دلائل و تاریخی شواہد سے مہاجر یا انصاری ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ معاذ اللہ کافر، منافق یا مرتد کہتا ہے تو وہ قرآن کریم کی اس نصِ قطعی کا منکر اور پکا کافر ہے۔ لاشک فیہ۔ نیز اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے:

''لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ''[الفتح]

ترجمہ: البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ راضی ہو چکا ہے اُن مومنوں سے جنھوں نے اُس درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کی۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ماضی (رَضِيَ) پر دو تاکیدیں (لام اور قد) داخل فرما کر ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قطعی طور پر مومن کہا ہے، جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک پر حدیبیہ کے مقام پر (کیکر کے) درخت کے نیچے بیعت کی تھی، (جن کی تعداد پندرہ سو تھی۔ [بخاری، ج:۲، ص:۵۹۸] اور تفسیر ابن کثیر [ج:۴، ص:۱۸۵] میں چودہ سو ہے۔) جن میں مہاجرین بھی تھے اور انصار بھی۔ خلفائے راشدین حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بھی شامل تھے۔ جبکہ خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا، اُن کو قید کر لیا گیا۔ [وهو الصحيح راجع تفسير ابن كثير ج:٤، ص:١٨٦ لاقصة شهادته، فان في السند ابن اسحق۔ ابن كثير] مگر بایں ہمہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ مبارک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دے کر ان کی طرف سے بھی خود بیعت کی تھی۔ [بخاری، ج:۱، ص:۵۲۳] اب اگر کوئی شخص اس بیعت رضوان میں

شریک ہونے والوں میں سے کسی ایک کو بھی کافر کہتا ہے تو خود کافر ہوگا۔ کیونکہ ان حضرات کا مومن ہونا نص قطعی سے یقینی طور پہ ثابت ہے۔

جبکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا قرآن کریم کی نص قطعی "اذیقول لصاحبہ" [الآیہ] سے بھی ثابت ہے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں قرآن کریم میں دو رکوع موجود ہیں۔ لہٰذا جو شخص صحابیت صدیقؓ کا منکر ہو یا ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتا ہو تو وہ یقیناً کافر ہے۔ علامہ ابن عابدین الشامی [المتوفی ۱۲۵۰ھ] فرماتے ہیں:

"لاشك في تكفير من قذف السيدة عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أو أنكر صحبة الصديقؓ." [شامی، ج:۴، ص:۲۹۴ طبع ۱۲۸۸ھ]

جس شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر قذف کی یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کا منکر ہوا، اُس کے کفر میں کوئی شک نہیں۔

امام ابوعبداللہ شمس الدین الذہبی [المتوفی ۷۴۸ھ] فرماتے ہیں کہ:

"فإن كفرهما والعياذبالله تعالىٰ جاز عليه التكفير واللعنة"

[تذكرة الحفاظ، ج:۲، ص:۳۵۴ وارشاد الشیعہ ص:۶۷ تا ۶۹]

اگر کوئی شخص شیخین کی تکفیر کرے العیاذ باللہ تو اس کی تکفیر اور اس پر لعنت جائز ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق حدیثی فیصلہ:

۱......لاتسبوا أصحابي، فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا مابلغ مد أحدهم ولانصيفه" [بخاری ج:۱، ص:۵۱۸، مسلم ج:۲، ص:۳۱۰، مشکوٰۃ ج:۲، ص:۵۵۳]

ترجمہ: میرے صحابہ کو بُرا مت کہو، اس لیے کہ بے شک تم میں سے اگر کوئی شخص اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی (راہِ خدا میں) خرچ کرے تو صحابہ میں سے کسی کے ایک یا نصف مد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

۲......"إذا رأيتم الذين يسبون أصحابي، فقولوا: لعنة الله على شرِّكم"

[ترمذی ج:۲، ص۲۲۷]

جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو بُرا کہتے ہوں تو تم کہو: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو تمہارے شر پر۔

۳......"عن علي رضي الله عنه بن ابي طالب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مَن سبَّ نبيا قتل ومَن سب نبيا جلد "[الصارم المسلول]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی نبی کو بُرا کہے اسے قتل کر دیا جائے اور جو کسی صحابی کو برا کہے اُسے کوڑے لگائے جائیں۔

۴......"عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم: إن شرار أمتي أجرأهم على أصحابي." [مرقاۃ بحوالہ نبراس]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میری امت کے بدترین لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہ پر (طعن وتشنیع کرنے میں) جری ہوں۔

۵......"اللہ اللہ فی أصحابی، لاتتخذوھم غرضا من بعدی، فمن أحبھم فبحبی أحبھم، ومن أبغضھم فببغضی أبغضھم، ومن آذاھم فقد آذانی، ومن آذانی فقد آذی اللہ، ومن آذی اللہ فیوشك أن یأخذہ"[ترمذی،ج:۲،ص:۲۲۶]

ترجمہ: اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے بارے میں، اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے بارے میں، میرے بعد ان کو اپنے طعن کا نشانہ نہ بنالینا، سو جس نے اُن سے محبت کی، میری محبت کی وجہ ہی سے اُن سے محبت کرے گا۔ اور جس نے اُن کے ساتھ بغض رکھا، وہ میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ہی اُن سے بغض رکھے گا۔ اور جس نے صحابہ کو اذیت دی اُس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی (یعنی ناراض کیا) اُس نے اللہ کو اذیت دی (ناراض کیا۔) اور جس نے اللہ کو اذیت دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پکڑ لے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے اہل علم کا فیصلہ:

(نوٹ: طوالت کے خوف سے صرف ترجمے پر اکتفا کیا جارہا ہے۔)

۱......امام مالک رحمۃ اللہ علیہ "لیغیظ بھم الکفار" کے تحت فرماتے ہیں کہ:

''رافضیوں کے کفر کی قرآنی دلیل یہ ہے کہ یہ صحابہ کو دیکھ کر جلتے ہیں، اس لیے کافر ہیں۔

[الاعتصام۲/۱۲۶۱،روح المعانی،پ۲۶]

۲......''کتاب الشفاء'' میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جو شخص ایسی بات کرے جس سے امت گمراہ قرار پائے اور صحابہ کرام کی تکفیر ہو، ہم اسے قطعیت کے ساتھ کافر کہتے ہیں۔ اسی طرح جو قرآن میں تبدیلی یا زیادتی کا اقرار کرے۔[۲/۲۸۶،۸۲۱]

۳......امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''اگر کوئی صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کو جائز سمجھ کر کرے تو وہ کافر ہے۔ صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرنے والا سزائے موت کا مستحق ہے۔ جو صدیق اکبرؓ کو گالی دے وہ کافر ہے۔ رافضی کا ذبیحہ حرام ہے، حالانکہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے۔ روافض کا ذبیحہ کھانا اس لیے جائز نہیں کہ شرعی حکم کے لحاظ سے یہ مرتد ہیں۔[الصارم المسلول،ص:۵۷۵]

۴......صاحب فتاویٰ بزازیہ فرماتے ہیں کہ:

''ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت کا منکر کافر ہے۔ عثمان، علی، طلحہ، زبیر اور عائشہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کافر کہنے والے کو کافر کہنا واجب ہے۔[فتاویٰ بزازیہ۳/۳۱۸]

۵......حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''جو شخص ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انکار کرے، وہ کافر ہے۔ کیونکہ ان دونوں کی خلافت پر تو صحابہ کا اجماع ہے۔[شرح فقہ اکبر،ص:۱۹۸]

۶......طوالت کے خوف سے آخری حوالہ دے کر بات کو سمیٹتا ہوں۔ مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''غرضیکہ حضور علیہ السلام کے صحابہ کا ایمان اس قدر پختہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی تعریف فرمائی ہے۔ اس حقیقت کے باوجود جولوگ ان کے ایمان میں شک کرتے ہیں اور ان کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں وہ یقیناً منافق، زندیق اور کافر ہیں۔[معالم العرفان، ج:۱۷،ص:۲۱۶]

آخر میں مجموعۂ تعزیرات پاکستان [ایکٹ ۴۵ مجریہ ۱۸۶۰ء] کی دفعہ ۲۹۸ اے ملاحظہ فرمائیں:

۲۹۸ اے: ''مقدس شخصیات کے بارے میں ہتک آمیز کلمات وغیرہ کا استعمال، جو کوئی بھی زبانی یا تحریری الفاظ میں یا کسی بھی ذریعۂ اظہار سے خوہ براہِ راست یا بالواسطہ یا کسی چوٹ یا اشارے یا کنائے سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بیوی (ام المؤمنین) یا افرادِ خاندان (اہل بیت) یا آپؐ کے راست باز خلفاء (خلفائے راشدین) یا ساتھی (اصحاب) میں سے کسی کے مقدس نام کی توہین کرتا ہے، وہ کسی بھی قسم کی قید جو تین سال تک ہوسکتی ہے یا جرمانے یا دونوں سزاؤں کا مستوجب ہوگا۔''

باخبر حضرات کو بخوبی علم ہوگا کہ ملی یکجہتی کونسل نے بھی ایک قرارداد منظور کی تھی کہ:

''جو شخص صحابہ کرام کی توہین کرتا ہے، اسے سزائے موت دی جائے۔''

تو پھر کیا وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین کرنے والا بدبخت دندناتا پھرتا ہے۔ اور حکومت اپنے ہی قانون وآئین پہ عمل درآمد نہیں کرتی۔ حکومت کو چاہیے کہ جو شخص توہین رسالت یا توہین صحابہ کرے، اُسے پکڑ کر کیفر کردار تک پہنچایا جائے اور اُسے نشانِ عبرت بنایا جائے، تاکہ آئندہ کوئی ایسی قبیح حرکت نہ کرے۔

☆......☆......☆......☆

وفیات

......مولانا محمد بلال قاضی [بہاول پور] کے والد محترم

......مولانا محمد ندیم انور [ترنڈہ محمد پناہ] کے بہنوئی

......مولانا رشید احمد حقانی [کوئٹہ] کے بہنوئی

......شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق [اکوڑہ خٹک] کے فرزند نسبتی

قارئین صفدر سے جملہ مرحومین اور اُن کے پسماندگان کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

مجالسِ نعمانی

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا منظور احمد نعمانی مدظلہم کی حسین مجالس کا تذکرہ

......ارشاد فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو چار پرندے پالے تھے وہ [۱] مور، [۲] مرغ، [۳] کوا اور [۴] کبوتر یا گدھ تھے۔ ان چار کی تخصیص اس لیے کی کہ:

[۱] مور میں خودنمائی ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ خودنمائی کو ذبح کر دو!

[۲] مرغ میں شہوت بہت ہے، اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ شہوت کو کنٹرول کرو!

[۳] کوا حریص ہے، چھوٹے بچوں سے روٹی بھی جھپٹ لیتا ہے۔ اشارہ ہے کہ حرص ختم کرو!

[۴] گدھ حرام خور ہے۔ اس بات کی تلقین ہے کہ حرام خوری سے بچو!

......ارشاد فرمایا: جب میں مدینہ شریف جاتا ہوں تو محبت سے سارا احد پہاڑ گھومتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں موقع دے تو تم بھی ضرور جانا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو احد سے محبت تھی، ہمیں بھی ہونی چاہیے۔ حدیث میں ہے: "هٰذَا جَبَلٌ يُّحِبُّنَا و نُحِبُّهٗ". (یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اسے محبوب رکھتے ہیں۔)

......ارشاد فرمایا: ہدیے، تحفے وغیرہ صرف اپنے دوستوں، یاروں کو نہ دیا کرو بلکہ دشمن ضرورت مند ہو تو اس کو بھی دیدیا کرو! ظاہر پیر میں ایک صاحب میرے سخت مخالف تھے، مجھ سے اس قدر بغض تھا کہ میرے پیچھے جمعہ بھی نہیں پڑھتے تھے۔ لیکن غریب تھے۔ ایک مرتبہ میرے پاس غلہ آیا تو میں نے سو من غلہ ان کے گھر بھیج دیا۔

......ارشاد فرمایا: جب میں افغانستان گیا تو جانے سے قبل خیال آیا کہ وہاں غربت بہت ہے، کچھ رقم ساتھ لے گیا۔ ہمارے استاذِ محترم حضرت نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ساتھ تھے۔ وہاں میں وہ رقم تقسیم کرتا رہا۔ بعض اوقات چھوٹے چھوٹے بچے ہم سے چمٹ جاتے تھے، ہمیں صبر کرنا پڑتا تھا۔ استاذ نعمانی صاحبؒ مجھے فرمانے لگے: تو ہوشیار ہے، مجھے تو خیال ہی نہیں آیا کہ ان کے لیے کچھ رقم لاتا۔

......ایک مقام پر تفسیر میں ''ترغیبِ انفاقِ مالِ طیب'' کا عنوان آیا تو مزاحًا ارشاد فرمایا: مولوی طیب کا مال خرچ کرو! اپنا نہیں کرنا۔ (مولانا طیب مدظلہم مدرسہ کے مہتمم ہیں۔)

......ارشاد فرمایا: لوگ بچوں کے نام ''نذر محمد'' رکھ دیتے ہیں، یہ صحیح نہیں۔ تم اسے ''نظر محمد'' لکھا اور

بلایا کرو، یہ بمعنیٰ ''منظور محمد'' ہے، جو درست ہے۔

......ارشاد فرمایا: جو آدمی یہ کہے کہ: ''ہم سود کھاتے رہیں گے۔ سود کو حرام کہنا، حرام حرام کی رٹ لگانا یہ مولویوں کی باتیں ہیں۔'' تو ایسا آدمی مرتد ہو جاتا ہے۔ اور مرتد واجب القتل ہوتا ہے۔

......ارشاد فرمایا: مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ''مجھے دنیا دار طبقہ کہتا ہے کہ ہمارا مال حرام کا ہے۔ اور چونکہ حرام مال کی زکوٰۃ نہیں ہوتی۔ اس لیے ہم پر زکوٰۃ نہیں۔'' میں نے کہا: حلال مال کی زکوٰۃ تو اڑھائی فیصد ہوتی ہے۔ جبکہ حرام مال سارے کا سارا ہی اپنے سے دُور کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے تم سارا مال نکالو!

......ارشاد فرمایا: مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دورِ حکومت میں پتلون پر پابندی لگائی اور منع کیا کہ پتلون مت پہنا کرو! لوگوں نے کہا کہ اب تو ہم نے سلوائی ہوئی ہیں، ان پر خرچہ کیا ہوا ہے، یہ تو پہننے کی اجازت دیدیں۔ تو فرمایا: ٹھیک ہے، رات کو پہن لیا کرو، میرا قانون دن کے لیے ہے۔

......ارشاد فرمایا: ایک آدمی کو میں مسلسل نمازِ کی ترغیب دیتا رہا، ایک دن وہ آدمی رو کر مجھے کہنے لگا: میرا باپ تھانیدار تھا، ہمیں اتنا حرام کھلایا کہ باوجود انتہائی کوشش کہ نیکی کی طرف رغبت ہی نہیں ہوتی۔ اپنے باپ کو بددعائیں دے رہا تھا۔

......ارشاد فرمایا: آج کل والد کی وفات کے بعد بھائی آپس میں مال کے لیے لڑ پڑتے ہیں، حتیٰ کہ ایک دوسرے کو قتل تک کر دیتے ہیں۔ جب ہمارے والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات ہوئی تو غربت کی حالت تھی، انہوں نے کوئی رقم، پیسہ چھوڑا ہی نہیں۔ تو ہم دونوں بھائیوں میں لڑائی بھی نہیں ہوئی۔

......ارشاد فرمایا: ظاہری وضع قطع قلبی کیفیت کی ترجمان ہوتی ہے۔ [ادریسی، ج:۱،ص:۱۷۴] اس لیے میں کہتا ہوں کہ جن کی ظاہری شکل وصورت انگریز جیسی ہوتی ہے اُن کے دل بھی انگریزوں کی طرف ہی مائل ہوتے ہیں۔ ہمیں انگریزوں کے حلیے سے نفرت اور مسلمانوں کی شکل وشباہت سے محبت ہونی چاہیے۔

......ارشاد فرمایا: میں تو صدیقۂ کائنات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور جگر گوشۂ رسول سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو تقریباً برابر سمجھتا ہوں، ایک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات ہیں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، اور دوسری کے بارے میں فرمایا: فاطمہ میری جان وجگر کا ٹکڑا ہے۔

......ارشاد فرمایا: عقلی لحاظ سے تخلیق کی چار صورتیں ہیں۔

[۱] مرد وعورت دونوں کا دخل ہو۔ جیسے تمام انسانیت۔

[۲] مرد وعورت دونوں کا دخل نہ ہو۔ جیسے آدم علیہ السلام کی تخلیق۔

[۳] صرف مرد کا دخل ہو۔ جیسے حوا علیہا السلام کی تخلیق۔

[۴]صرف عورت کا دخل ہو۔جیسے عیسیٰ علیہ السلام۔

اگر عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا نہ ہوتے تو تخلیق کا یہ کامل اظہار نہ ہوتا۔اللہ تعالیٰ نے چاروں نمونے دکھانے تھے۔

......ارشاد فرمایا:ایک آدمی نے مجھ سے سوال کیا کہ:موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام کیا تھا؟میں نے کہا:پہلے اصل ہوتی ہے،پھر فرع،تم اُن کی نانی کا نام بتادو!میں اُن کی والدہ کا بتادوں گا۔(ایسے فضول سوالات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ویسے اُن کا نام مَحیانۃ تھا۔)

......ارشاد فرمایا:ایک آدمی کہنے لگا کہ:عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے،کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کسی کو زندہ کیا؟میں نے کہا:

۱۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لاکھوں دلوں کو زندہ کیا،ایمان کی حیات نصیب ہوئی۔

۲۔عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ کیا ہوا ایک لحظہ کے لیے زندہ ہوتا تھا،اُن کا معجزہ وقتی تھا۔جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ قرآن تا قیام قیامت باقی رہے گا۔(موسیٰ علیہ السلام نے ذی روح کو زندہ کیا،جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پہ کنکریوں نے بھی کلمہ پڑھنا شروع کردیا۔[احسن])

[۳]عیسیٰ علیہ السلام کا صرف معجزہ تھا،جبکہ قرآن معجزہ بھی ہے اور ہدایت بھی۔

......ارشاد فرمایا:ایک مرزائی حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔مولاناؒ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا:اُن کے لیے دعائے خیر کرلیتے ہیں۔اُس سے اور کچھ جواب نہ بن پڑا تو کہنے لگا:مرزا غلام احمد قادیانی نبی ہے۔مولاناؒ نے فرمایا:مرزا قادیانی کیسے نبی بن گیا؟فوت تو عیسیٰ علیہ السلام ہوئے اور نبی بن گیا مرزا......!!جوڑ کیا ہے؟مرزا قادیانی اُن کا نائب ہے،خلیفہ ہے یا اُن کی وصیت تھی کہ میرے بعد یہ نبی ہوگا؟؟اس پر وہ لاجواب ہوکر چلا گیا۔

......ارشاد فرمایا:ایک صاحب نے گھر میں میری دعوت کی،جب دعوت سے فارغ ہو چکا تو مجھے کہنے لگا کہ:آپ نے میرے گھر میں قیمتی اشیاء نہیں دیکھیں؟میں نے کہا:دیکھی ہیں۔کہنے لگا:آپ کو کوئی چیز پسند نہیں آئی؟میں نے کہا:اچھی چیزیں ہیں۔کہنے لگا:پھر آپ نے کسی چیز کا مطالبہ کیوں نہیں کیا؟میں نے کہا:میں تو اپنے مدرسے کے لیے چندہ بھی نہیں مانگتا،یہ چیزیں کیسے مانگ سکتا ہوں۔کہنے لگا:میرا ایک پیر ہے،وہ جب میرے گھر آتا ہے تو میں اپنی قیمتی اشیاء چھپادیتا ہوں،اس لیے اس کو جو چیز پسند آجائے وہ اٹھا کر لے جاتا ہے۔

......ارشاد فرمایا:لفظ ''عرق النَّسَا'' ہے نہ کہ ''عرق النِّسآء''،اصل رگ کا نام ''نَسَا'' ہے۔حیرت تو یہ ہے کہ دونوں معارف القرآن میں ''عرق النسآء'' لکھا ہوا ہے۔مد بھی ہے اور آگے ہمزہ بھی۔یہ کتابت کی

غلطی ہے۔

......ارشادفرمایا: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا رسول خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بھی شاگرد تھے۔ کافی عرصہ قبل میں جامعہ اشرفیہ لاہور گیا، اس وقت حضرت کاندھلویؒ بخاری، اور مولانا رسول خان صاحبؒ ترمذی پڑھاتے تھے۔ حضرت کاندھلویؒ کا اپنا نام حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ''ادریس'' تھا۔ جبکہ بڑے بیٹے کا نام نعمان اور چھوٹوں کے نام مالک اور احمد تھے۔ مولانا مالک کاندھلویؒ ٹنڈو اللہ یار میں بھی پڑھاتے رہے ہیں۔

......ارشادفرمایا: مولانا ادریس کاندھلویؒ علم کے سمندر تھے، لیکن سادہ مزاج تھے، ایک مرتبہ مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے اُن کو کراچی آنے کی دعوت دی، جب وہ تشریف لائے تو ائیر پورٹ سے گھر تک کار پہ لے گئے، راستے میں روڈ کے کنارے سائن بورڈوں پہ ''تبت سنو'' نامی کریم کے اشتہار لگے ہوئے تھے۔ حضرت کاندھلویؒ نے اسے ''تبّتْ'' سمجھا اور حیرت سے پوچھنے لگے: بھائی! صرف تبت کیوں سنیں؟ قل ھو اللہ احد کیوں نہ سنیں؟

......ارشادفرمایا: انسان زبان سے کسی معافی مانگنے والے کو کہہ دے کہ ''معاف کیا'' لیکن دل سے معاف نہ کرے تو یہ خیانت ہے۔ ہماری بعض قوموں میں یہ مرض پایا جاتا ہے۔

......ارشادفرمایا: تبلیغی جماعت سر آنکھوں پہ، اُن کے چلے کی افادیت سے انکار نہیں۔ لیکن خدا کی قسم! جتنا فائدہ مجھے دورۂ تفسیر کے چلے سے ہوتا ہے کہیں اور نہیں ہوتا۔ اس سے تزکیہ بھی ہوتا ہے۔ جیسے سورج کے طلوع میں شک نہیں، ایسے ہی اس میں بھی شک نہیں۔

......ارشادفرمایا: ایک آدمی میرا شاگرد تھا، عالم نہیں تھا، عام آدمی تھا، اس نے ڈاڑھی منڈوا دی، پھر مجھے ملنے بھی نہیں آیا۔ کسی نے اسے کہا کہ: تم استاذ صاحب کو ملنے کیوں نہیں جاتے؟ جایا کرو! تو کہنے لگا: کس منہ سے جاؤں؟ داڑھی منڈوا دی ہے، اب اُن کے سامنے جاتے شرم آتی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ داڑھی منڈوا کہ ہمارے سامنے آنے سے تو شرم آتی ہے، حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جانے سے شرم نہیں آتی؟ اُن کے سامنے کیسے جائیں گے؟

......ارشادفرمایا: ہمارے خاندان کا پیر بدعتی تھا، اُس کا بیٹا داڑھی منڈواتا تھا، جب وہ پیر مر گیا تو میں نے اس کے بیٹے کو علیحدگی میں کہا کہ: دیکھو! اب تم میرے خاندان کے پیر ہو، اب میرے ساتھ عہد کرو کہ آئندہ ڈاڑھی نہیں منڈواؤ گے!! اس نے میرے ساتھ وعدہ کیا۔ پھر میرے ساتھ تعلق مزید بڑھا تو عقائد بھی خاصے ٹھیک ہو گئے۔ نماز میرے پیچھے پڑھنے لگا۔ پھر اچانک ایکسیڈنٹ میں چل بسا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

......ارشادفرمایا: ایک تاجر عمرے پہ جارہا تھا، مجھے ملنے آیا تو میں نے اسے کہا: کیا اس شکل میں رحمۃ للعالمین ﷺ کے سامنے حاضری دوگے؟ توبہ کرو آئندہ داڑھی نہیں منڈواؤ گے!! اُس نے توبہ کرلی۔ جب عمرے سے واپس آیا تو ماشاءاللہ پوری داڑھی تھی۔ اب تک بھی پوری ہے۔ الحمدللہ۔

......ارشادفرمایا: میری ایک بہترین نظم ''طالباں آتے ہیں یاد'' کسی زمانہ میں ضربِ مومن میں چھپی تھی، لیکن افسوس کہ ''اشکِ رواں'' (استاذِ محترم کے منظوم کلام پر مشتمل کتاب) میں نہیں آسکی۔ مجھے بہت دکھ ہے۔ پرانے کاغذات میں تلاش کروں گا، ان شاءاللہ مل جائے گی۔

......ارشادفرمایا: ایک مرتبہ حضرت درخواستی رحمہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہوگئے، خوب ڈانٹ ڈپٹ کی، میں اُن سے ملنے گیا ہوا تھا، ڈانٹ ڈپٹ سن کر واپس آگیا۔ یہ اُن کی تربیت تھی۔ دودن بعد حضرتؒ کو خیال آیا کہ اب مرہم رکھنی چاہیے، چنانچہ اپنے بیٹے مولانا فداء الرحمٰن درخواستی صاحب کو فرمایا: مولوی منظور کو فون کرو کہ آکر مدرسے کے طلباء کا امتحان لے لے۔ مجھے پتہ چلا تو میں ہنس پڑا، سمجھ گیا تھا کہ امتحان تو بہانہ ہے۔ جب گیا تو مجھے فرمایا: آج تجھے اپنے ساتھ مرغی کھلاتا ہوں۔ کھانا کھلایا، پھر میں نے طلباء کا امتحان لیا۔ میں نے مزاحًا عرض کیا کہ: اگر یہی بات ہے تو روز ڈانٹ ڈپٹ کیا کریں تاکہ روز ''آپ کے ساتھ'' مرغی کھانے کو ملے۔ اساتذہ کی ڈانٹ ڈپٹ اور تھپڑ بہت مفید ہوتے ہیں۔ دعا کریں کہ لگتے رہیں، جن کو نہیں لگتے وہ ایسے ہی رہ جاتے ہیں۔

......ارشادفرمایا: ''معارف القرآن'' میں ایک جگہ (سورت نساء، رکوع ۳، پارہ ۴ کے آخر میں "ولیست التوبة للذین یعملون السیآت......الخ") سہو ہوگیا، ایمان یأس اور ایمان بأس کا مسئلہ بالکل الٹ لکھا گیا، اور کئی اشاعتوں تک اسی حال پر برقرار رہا۔ آج سے تقریبًا بارہ سال قبل کے ایڈیشن میں بھی اسی طرح ہے۔ اِس فقیر نے خاص اس مقصد کے لیے سفر کیا، مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب کی خدمت میں حاضری دی اور توجہ دلائی، انہوں نے بھی تسلیم کیا کہ واقعی یہ سہو ہوگیا ہے۔ پھر انہوں نے اس کی تصحیح بھی فرمادی۔ فجزاه الله أحسن الجزاء۔ مولانا تقی عثمانی صاحب بہت بڑے آدمی ہیں۔ انہوں نے تصحیح تو فرمادی، لیکن تذکرہ نہیں کیا کہ کس نے توجہ دلائی تھی۔ مناسب طریقہ تو یہی ہے کہ سہو کی طرف توجہ دلانے والے کا ذکر بھی کیا جائے۔ ہمارے اکابر کا طریقہ یہی رہا ہے۔ بہرحال! تصحیح ہوگئی، یہ بھی بڑی بات ہے۔ بلکہ اصل تو یہی ہے۔

......ارشادفرمایا: بہت افسوس ہوتا ہے کہ آج ہم ٹکڑوں میں بٹے ہوئے ہیں، حالانکہ باہمی اتحاد کی سخت ضرورت ہے۔ حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے: جماعت کا بہت فائدہ ہے، ایک اور ایک گیارہ، ایک اور ساتھ ملا دو تو ایک سو گیارہ ہوجاتے ہیں۔

......ارشادفرمایا: جھاڑو کا کام تب ہوگا جب تنکے جمع ہوں گے، ہم تنکوں کی طرح بکھرے ہوئے ہیں، اگر کفر کا مقابلہ کرنا ہے تو باہمی اتحاد و اتفاق کرنا پڑے گا، پھر کفر پر جھاڑو پھیر سکیں گے۔ اکیلا اکیلا تنکا کچھ نہیں کرسکتا۔

......ارشادفرمایا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اوس اور خزرج کے مابین ہونے والی جنگ ''بعاث'' میں حکمت خداوندی تھی، اس جنگ میں بڑے سردار مارے گئے، چھوٹے چھوٹے کئی سردار بن گئے، پھر آسانی سے سب نے اسلام قبول کرلیا۔

......ارشادفرمایا: میرے ہمسائیوں میں سے میری برادری کے ایک صاحب نے مجھ سے بیان کے لیے وقت مانگا، میں نے دیدیا، جب واپس جاکر انہوں نے گھر والوں کو بتایا تو اُن کے بوڑھے بہت ناراض ہوئے اور میرے بارے میں کہنے لگے کہ وہ تو وہابی ہے، اس کو کیوں بلایا ہے؟ مجھے پیغام بھیجا گیا کہ آپ نہ آئیں، حالات موافق نہیں۔ لیکن میری اپنی برادری تھی، میں مقررہ وقت پر چلا گیا اور جاکر سب سے سوال کیا کہ مجھے بتاؤ میں کون ہوں؟ کوئی غیر ہوں؟ کسی دوسرے قبیلے اور قوم کا ہوں؟ ......تمہاری اپنی قوم کا فرد ہوں اور تم ہی مجھے اپنے گھروں میں داخل ہونے سے روکتے ہو؟ ......میرا یہ کہنا تھا کہ وہ بوڑھے میرے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوگئے کہ ہم سے غلطی ہوئی، اب آپ کو کوئی نہیں روکے گا۔ پھر میں نے بیان بھی کیا۔ اب ان ہمسائیوں کی دو (۲) بسیں ہر سال رائے ونڈ کے اجتماع پر جاتی ہیں۔

......ارشادفرمایا: لڑکیوں اور عورتوں کے ہاتھ میں موبائل بالکل نہ دیا کرو۔ بے شمار فتنوں کی جڑ اور سبب ہے۔ آج کل گھریلو فساد، جھگڑے، ناجائز دوستیاں، اغوا وغیرہ میں موبائل کا بہت دخل ہے۔

......ارشادفرمایا: میرے استاذِ مکرم حضرت مولانا قمرالدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ خان پور شہر میں رہتے تھے، میں نے فارسی اُن سے پڑھی، بلکہ مجھے فارسی کا ذوق ہی اُن سے ملا۔ آخر عمر میں بیمار ہوگئے تو میں نے اپنا ایک شاگرد اُن کے خدمت کے لیے مستقل اُن کے پاس چھوڑ دیا۔ اور خود بھی تین ماہ تک مسلسل روزانہ ظاہر پیر سے اُن کی خدمت میں حاضری دیتا رہا۔ صبح تا عصر اسباق پڑھاتا، پھر خان پور چلا جاتا، رات اُن کی خدمت میں گزارتا، صبح پھر واپس ظاہر پیر جاکر اسباق پڑھاتا تھا۔

......ارشادفرمایا: حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ انگریزی کے بہت سخت مخالف تھے، اتنے مخالف تھے کہ ایک مرتبہ میں نے اُن کے سامنے ''ٹائم'' کا لفظ کہا تو ناراض ہوکر مجھے کہنے لگے: تُو انگریز ہے؟ ''وقت'' کہا کرو!۔ ایک دفعہ میں نے پوچھا کہ: حضرت! عام دروازے کو تو دروازہ کہتے ہیں، جو بڑا دروازہ ہوتا ہے، جسے انگریزی میں ''گیٹ'' کہتے ہیں، اسے کیا کہیں؟ فرمایا: اسے پھاٹک

کہا کرو۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے ہی بتایا کہ: حضرت شیخ الہندؒ بھی انگریز اور انگریزی کے زبردست مخالف تھے، اُن سے پوچھا گیا کہ: لیٹر بکس کو کیا کہا جائے؟ تو فرمایا: پتر گھسیڑ کہا کرو!۔ اسی طرح شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی عالم دین نے ''لیٹر'' کا لفظ بولا تو بہت سخت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے: مولوی ہو کر انگریز کی بولی بولتے ہو؟ مکتوب کہو، خط کہو، لیٹر کیوں کہتے ہو؟ ہمارے بزرگ تو انگریزی کے اتنے مخالف تھے، آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اپنی اردو میں آدھی سے زیادہ انگریزی داخل کر چکے ہیں۔ بہت افسوس ہوتا ہے کہ مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے اپنے ادارہ ''جامعۃ الرشید'' میں بھی انگریزی ہی انگریزی نظر آتی ہے۔

......ارشاد فرمایا: میرے محبوب اور پیارے دوست حضرت مولانا مفتی ابولبابہ شاہ منصور صاحب پہلے مولویوں کو انگریزی پڑھانے اور سکھانے کے قائل تھے، اور اس کے لیے بہت کوشش بھی کرتے رہے، لیکن جب اس کے نتائج دیکھے تو فوراً اپنی غلطی کا احساس ہوا، فوراً پلٹ گئے۔ اور کئی مضامین انگریزی کی مخالفت میں لکھے، اس کے بھیانک نتائج سے آگاہ کیا، اب سابقہ کی تلافی کے طور پر عربی کو رواج دینے کے لیے دن رات ایک کیے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی محنت کو قبول فرمائے۔ آمین

......ارشاد فرمایا: زندگی میں اپنا مال اپنے قبضہ اور کنٹرول میں رکھو، اولاد میں ہرگز تقسیم نہ کرو، ورنہ بھوکے مر جاؤ گے، اولاد کو مال مل گیا تو تمہاری واقف بھی نہ بنے گی۔ ایسے کئی واقعات میرے سامنے ہیں۔

......ارشاد فرمایا: فاروق خان لغاری کے بھائی کا میرے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے، میرا بھائی بنا ہوا ہے، اس کے بیٹے مجھے چچا کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ اُس کے بیٹے میرے پاس آئے اور کہنے لگے: چچا جان! ابا جان سے ہماری سفارش کر دیجیے کہ وہ زمین ہمارے نام کرا دیں، ہم پانچ بھائی ہیں، دو دو لاکھ سالانہ والد صاحب کی خدمت میں پیش کرتے رہیں گے۔ میں نے اُن سے کہا: چلو! مجھے اپنے ابا کے پاس لے چلو! جب ہم ان کے والد کے پاس پہنچے تو مجھے دیکھ کر خوش ہوئے اور کہنے لگے: آج کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا: بھتیجے مجھے لے کر آئے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہماری سفارش کر دو، ابا زمین ہمارے نام کر دے، ہم دو دو لاکھ سالانہ دیتے رہیں گے۔ لیکن میں ان کی سفارش کرنے نہیں آیا، بلکہ پیشین گوئی کرنے اور آپ کو بتانے آیا ہوں کہ اگر آپ نے زمین ان کے نام کر دی تو یہ آپ کو ایک پیسہ بھی نہیں دیں گے......!! میرے منہ سے یہ سن کر اس کے بیٹے پریشان ہو گئے کہ یہ کیا؟ ہم تو چچا کو سفارش کے لئے لائے تھے، اس نے الٹا ہمارا راستہ ہی بند کر دیا۔ بعد میں، مَیں نے اُن کو سمجھایا اور بتایا کہ: بیٹا! ہمارا تجربہ ہے۔ جب پیسہ اور زمین انسان کے ہاتھ میں آ جائے تو پھر نفس اور شیطان غالب ہو جاتے ہیں۔ پھر سب رشتے بھول جاتے ہیں۔ الحمد للہ اُن کو بات سمجھ آ گئی، اب کہتے ہیں کہ چچا ہمارا خیر خواہ ہے۔ ☆☆☆☆

مفتی رب نواز حفظہ اللہ

زبیر علی زئی کا تعاقب

قسط:۲۱

۲: بٹالوی صاحب کا مذکورہ[۱۴۶] بیان نہ قرآن مجید[۱۴۷] ہے، نہ حدیثِ رسول[۱۴۸] ہے اور نہ اجماع اُمت ہے۔ صرف ان کا اپنا اجتہاد[۱۴۹] ہے اور اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت[۱۵۰] کے نزدیک سلف صالحین کے دور کے بعد والے[۱۵۱] کسی شخص کا اجتہاد دوسرے عالم پر حجتِ قاطعہ[۱۵۲] نہیں، بلکہ مختلف فیہا مسائل میں ہر اہلِ حدیث[۱۵۳] عالم کو آثار سلف صالحین کے تحت اجتہاد کا حق[۱۵۴] حاصل ہے۔

۱۴۶

مذکورہ بیان سے مراد بٹالوی صاحب کی وہی عبارت ہے جس میں انہوں نے تقلید کو اذان وکلمہ سے اور تقلید کے مخالف کو دیہاتی سکھ اور متعصب ہندو سے تشبیہ دی ہے۔ یہ عبارت حاشیہ نمبر ۱۱۱ر میں منقول ہو چکی اور اس کا کچھ (ابتدائی) حصہ حاشیہ نمبر ۱۴۳ر میں بھی نقل کیا جا چکا ہے۔

۱۴۷

غیر مقلدین اپنے متعلق دعویٰ کرتے ہیں کہ: ہم صرف کتاب وسنت کی بات کرتے ہیں۔ (مسائل غیر مقلدین از مولانا ابوبکر غازی پوری صفحہ ۵۲) مزید حاشیہ نمبر ۱۱۲ر میں میر محمد ابراہیم سیالکوٹی صاحب کا کلام پڑھیئے۔

لیکن علی زئی صاحب کا یہ کہنا کہ ''بٹالوی صاحب کا مذکورہ بیان نہ قرآن ہے نہ حدیثِ رسول'' مذکورہ دعویٰ کی عملی تردید ہے۔

۱۴۸

علی زئی صاحب تاثر دے رہے ہیں کہ ہم قرآن، حدیث اور اجماع کو مانتے ہیں چونکہ بٹالوی صاحب کا بیان قرآن حدیث اور اجماع نہیں اس لیے ہم پر ماننا ضروری نہیں۔

حالانکہ غیر مقلدین جب نہ ماننے پر آتے ہیں تو قرآن، حدیث اور اجماع سے بھی کنارہ کشی کر لیتے ہیں جیسا کہ ہم خود ان کی اعترافی عبارتیں حاشیہ نمبر ۸۷ر میں نقل کر چکے ہیں۔

۱۴۹

☆...... محمد حسین بٹالوی صاحب اپنی تحریروں میں بار ہا اپنے مقلد ہونے کا اقرار کر چکے ہیں اور غیر مقلدین

لکھتے ہیں کہ مقلد کو اجتہاد کا حق حاصل نہیں ہے۔

جب بات یونہی ہے تو بٹالوی صاحب کو ''اجتہاد'' کا حق کیسے دیا جا رہا ہے؟

☆...... اگر بٹالوی بیان کو ''اجتہاد'' تسلیم کرلیا جائے تو غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جب کسی کا اجتہاد قرآن و حدیث کے خلاف نہ ہو تو مانا جاسکتا ہے۔ بتایئے ان کا یہ ''اجتہاد'' کس آیت اور کس حدیث کے خلاف ہے؟ تعین کریں، تاکہ کہنے والا کہہ سکے کہ بٹالوی صاحب نام تو قرآن وحدیث کا لیتے تھے مگر عمل کے وقت ان کی خلاف ورزی کرتے تھے۔

☆...... نیز غیر مقلدین کو اعتراف ہے کہ مجتہد کا اجتہاد خطا ہو تو بھی اسے اجر ملتا ہے۔

تو بٹالوی صاحب کو ''تقلید کو اذان وکلمہ سے اور تقلید کے مخالف کو دیہاتی سکھ اور متعصب ہندو سے تشبیہ دینے سے'' اجر ملے گا؟

۱۵۰

انگریز سے اہلحدیث نام الاٹ کرانے والا طبقہ اپنے اقرار کے مطابق بدعتی ہے لہٰذا اسے ''اہل سنت'' کہنا صحیح نہیں ہے۔

عبدالقادر حصاروی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''اہلحدیث کہلانے والے آج اہل بدعت کے ساتھ ہر دینی کام، نماز، اسلام، جنازہ، نکاح مجالست وغیرہ میں اشتراک کرکے ان میں ایسے جذب ہوئے ہیں کہ ان کا عین بن گئے'' (سیاحۃ الجنان صفحہ ۱۳ مشمولہ رسائل اہلحدیث جلد ۲)

عبیداللہ رحمانی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''افسوس ہے کہ جن خرافات سے اہلحدیث (محدثین) پرہیز کرتے تھے اور جو بدعتیوں کے شعار بھی سمجھے جاتے ہیں اب اہل حدیث (غیر مقلدین) عوام ہی نہیں بلکہ ہمارے علماء نے بھی بغیر کسی جھجک کے ان کو اختیار کرنا شروع کر دیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ذریعہ معاش بنالیا ہے۔'' (فتاوٰی علمائے حدیث جلد ۲ صفحہ ۹)

پروفیسر عبداللہ بہاولپوری صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''بریلوی تو بدعتوں میں ہی ڈوبے ہوئے ہیں اور حقیقت میں اگر انصاف کیا جائے تو یہ اہل بدعت ہیں اہل سنت نہیں...اور اب تو آدھے اہلحدیث بھی اس میں شامل ہوگئے ہیں'' (خطبات بہاولپوری ۲/۳۲۵)

عبدالاحد صاحب خانپوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

''اس زمانہ کے جھوٹے اہلحدیث مبتدعین، مخالفین سلف صالحین جو حقیقت ماجآء بہ الرسول سے جاہل ہیں وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ اور روافض کے۔'' (کتاب التوحید والسنۃ ص: ۲۶۲ بحوالہ تجلیات صفدر ۲/۶۲۸)

خانپوری صاحب نے غیر مقلدین کو ''مبتدعین'' کہہ کر ان کے بدعتی ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔

۱۵۱ سلف صالحین کے دور کے بعد کی قید کیوں لگائی ؟ ظاہر یہی لگتا ہے کہ علی زئی صاحب کے ہاں اسلاف کا اجتہاد حجتِ قاطعہ ہے جبکہ غیر مقلدین کا عام دعویٰ یہی ہے۔ کہ حجتِ قاطعہ صرف اور صرف قرآن و حدیث اور اگر کسی نے مزید سخاوت کی ہے تو اجماع کی حجیت کا بھی بظاہر اقرار کر لیا۔

صالحین میں سے کسی مجتہد کے قول کا غیر مقلدین کے ہاں حجت ہونا تو کجا اسلاف کی مخالفت ان کا روزمرہ کا معمول ہے، اگر چہ وہ اپنا تخلص اثری، سلفی رکھیں۔ غیر مقلدین کی سلف بیزاری کے لیے حاشیہ نمبر ۱۴۲/ملاحظہ فرمائیں۔

۱۵۲ علی زئی صاحب کہہ رہے ہیں کہ اسلاف کے بعد کسی کا اجتہاد حجت قاطعہ نہیں حالانکہ ہر دور کے غیر مقلد اپنے علماء کے اجتہادی مسائل کو حجت سمجھتے ہیں اور بہت سے غیر مقلدین تو اپنے مولویوں کی باتوں کو مثل وحی سمجھ کر قبول کرتے ہیں اور اس کا کئی غیر مقلد علماء نے اعتراف کیا ہے جیسا کہ ہماری اسی کتاب میں اپنے مقام پر یہ بات بحوالہ درج ہے۔

۱۵۳ علی زئی صاحب ہر اہلحدیث کو اجتہاد کا حق دے رہے ہیں حالانکہ متعدد غیر مقلد علماء سرے سے اجتہاد کو اہمیت ہی نہیں دیتے۔ نیز جب ہر اہلحدیث کو ''اجتہاد'' کا حق ہے تو کیا اس کو اجتہاد حجت ہوگا جبکہ وہ اسلاف کے بعد کا شخص ہو۔

۱۵۴ علی زئی صاحب اپنے مولویوں کو آثارِ سلف کے تحت اجتہاد کا حق دے ہیں حالانکہ غیر مقلدین کی جماعت کے سلف بیزار ہونے کا خود انہیں بھی اعتراف ہے جیسا کہ ہم حاشیہ نمبر ۱۴۲/میں ان کا اپنا اعتراف نقل کر چکے ہیں۔ (جاری ہے......) ☆☆☆☆☆

(حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ تعالیٰ) اکابر علمائے کرام خصوصاً علمائے دیوبند رحمہم اللہ کے مسلک و مشرب میں انتہائی متصلب تھے۔ کسی معمولی لچک کے بھی روادار نہ تھے۔ اسلاف پر اعتماد اور حسن عقیدت مثالی تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ ساری زندگی کے تجربات و مشاہدات کا حاصل اور نچوڑ یہ ہے کہ ہمارے اکابر نے دین کے سمجھنے سمجھانے میں جو موقف اپنایا، وہ حرف آخر ہے۔ خود بھی اسی موقف پر کاربند رہے اور ہر سال خاص طور پر دورۂ حدیث کے فضلا کو یہی نصیحت فرماتے رہے کہ ہر لحاظ سے اکابر سے وابستہ رہنا اور تفرد سے دُور رہنا۔ خود بھی ساری عمر دین کے مختلف محاذوں پر اکابر کی مکمل ترجمانی فرماتے رہے۔ (الشریعہ، اشاعت خاص، مضمون: ابن امام اہل سنت مولانا رشید الحق خان عابد)

قارئین کی آراء

نــوٹ: ''قارئین کی آراء'' کے عنوان سے مستقل سلسلہ شروع کیا جارہا ہے، جس میں قارئین صفدر کے تاثرات شائع کیے جائیں گے۔تمام قارئین اپنی حقیقی آراء سے مطلع فرمائیں۔جزاکم اللہ خیرا

☆...... ماشاءاللہ بہت اچھا رسالہ نکال رہے ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔آمین

(وکیل صحابہ مولانا محمد نافع مدظلہم، محمدی شریف ضلع چنیوٹ)

☆...... آپ کو دعا کے لئے کہنے کی ضرورت ہی نہیں، آپ کی تحریرات پڑھ کر خود بخود دِل سے آپ کے لیے دعائیں نکلتی ہیں۔اللہ پاک قبول فرمائے۔آمین (مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہم، ملتان)

☆...... گزشتہ شمارے میں آپ کا مضمون پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اور برکت سے نوازے۔مجلّہ صفدر کا بہت بے تابی سے انتظار رہتا ہے۔اللہ پاک آپ کی خدمات کو قبول ومنظور فرمائے۔آمین

(مولانا منیر احمد منور مدظلہم، کہروڑپکا)

☆...... اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول ومنظور فرمائے۔بندہ کو 'صفدر' سے بہت امیدیں وابستہ ہیں۔

(شیخ الحدیث مولانا مفتی جمیل الرحمٰن مدظلہم، چکوال)

☆...... حکیم العصر مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہم کی خدمت میں حاضری ہوئی تو فرمایا: ''ایک ہی رسالے کا انتظار کرتا ہوں، وہ ہے صفدر۔'' الحمدللہ آپ کے لیے بہت سعادت کی بات ہے کہ آپ کا رسالہ بزرگوں کی توجہ کا مرکز ہے۔اللہ پاک مزید قبولت سے نوازے۔آمین (مولانا عبدالرحیم چاریاری، فیصل آباد)

☆...... برادرِ عزیز مولانا احسن خدامی صاحب حفظہ اللہ ورعاہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ ایمان کامل ودائم ہمیں اور آپ کو نصیب فرمائے۔(آمین)

آپ نے ''فتنہ غامدیہ'' کے جدید ایڈیشن ''فتنہ ناصریہ'' کے متعلق جو کتب ورسائل بھیجے ہیں وہ مل گئے ہیں۔ جزاکم الله خیرا۔ یہ کافی خطرناک فتنہ ہے اور اس کے مقاصدِ سیئہ میں سے ایک ''لفظی بحثوں'' میں اہل علم اور اہلِ عمل کو اُلجھانا ہے۔آپ ان کے خلاف محنت کررہے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کی سعی کو مشکور فرمائیں۔والسلام...... (حضرت مولانا) محمد مسعود ازہر (مدظلہم)

☆...... بسم الله الرحمن الرحيم، نحمده ونصلي علىٰ رسوله الكريم وعلىٰ آله وأصحابه أجمعين۔

برادرِ محترم مولانا احسن خدامی صاحب نے ''مجلّہ صفدر'' کے بارے میں احقر سے فرمائش کی کہ اپنے تاثرات لکھ بھیجوں۔ بندہ ناچیز صحافت کے میدان سے نا آشنا ہے، اس لیے اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ سپردِ قلم کر رہا ہوں۔ امید ہے قارئین لفظی بے ادبی اور بے ترتیبی سے صرفِ نظر فرمائیں گے۔

محترم احسن صاحب چند ماہ سے باقاعدگی سے مجلّہ صفدر بھیج رہے ہیں، جس پر سب سے پہلے میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

کسی بھی دینی مجلّہ کی کامیابی کے لیے چند چیزیں ضروری ہوتی ہیں [۱] ایک یہ کہ اس کا اجراء کسی اہم اور ضروری مقصد کے لیے ہو [۲] دوسرا یہ کہ اس مقصد کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا جائے۔ [۳] تیسرا یہ کہ اس کے لیے شبانہ روز محنت کی جائے۔ [۴] چوتھا یہ کہ اخلاقی دائرے میں رہتے ہوئے سنجیدگی کے ساتھ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ سرانجام دیا جائے۔ ''مجلّہ صفدر'' میں ماشاءاللہ یہ چاروں چیزیں پائی جاتی ہیں۔

اس کا بنیادی مقصد حق کی ترجمانی ہے، یعنی عقائد ونظریات علماء دیوبند جو قرآن وسنت کی روشنی میں سو فیصد حق پر مبنی ہیں، جن کے امین امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ اور وکیل صحابہ قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر علماء کرام تھے اور اب بھی ہیں۔ ''مجلّہ صفدر'' انھی عقائد ونظریات کا پرچار کرتا ہے۔ اور ان کے خلاف عقائد ونظریات کا اپنے پرائے کا لحاظ کیے بغیر سنجیدگی سے مدلل رد کرتا ہے۔ رسالہ کی کامیابی کے لیے محنت خود رسالے ہی سے ظاہر ہے۔ اور ہر شمارہ اپنے مقصد میں کامیاب نظر آتا ہے۔

آخر میں علماء، طلباء اور عوام الناس سے گزارش ہے کہ اس رسالے سے ضرور استفادہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس رسالے کو مزید ترقی عطا فرمائے۔ مولانا احسن خدامی، مولانا حمزہ احسانی اور دیگر محنت کرنے والوں کو مزید ہمت اور اخلاص نصیب فرما کر ان کے لیے اس کو ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الكريم عليه الصلوة والتسليم۔ (حضرت مولانا نور اشرف مدظلہم، استاذ الحدیث: جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام، جہلم)

☆...... اسامہ مکی صاحب کا مضمون بہت پسند آیا۔ بات خوب اچھی طرح سمجھ آ گئی ہے۔...... نیز اہل تشیع سے متعلق ارباب الشریعہ کا طرز دیکھ کر اندازہ ہوا کہ الشریعہ والوں کو روافض سے بُغض بالکل نہیں۔ حالانکہ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت وعقیدت ہمارے ایمان کا حصہ ہے، ایسے ہی اُن کے دشمنوں سے بغض وعداوت بھی ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو ہدایت دے۔ آمین (محمد عمر فاروق، چکوال)

(باقی صفحہ نمبر 31 پر......)

تبصرہ وتعارف

احسن خدامی

''الشریعۃ'' کی اشاعتِ خاص پر ایک نظر

دیوبندیت کی ترجمانی کے عنوان سے دیوبندی وسنّی عقائد کو سبوتاژ کرنے کے لیے محترم جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب کی سرپرستی میں ہونے والی کوششوں کا نوٹس لیتے ہوئے پاکستان کے صف اول کے اکابر علمائے کرام نے عوام اہل سنت کو خبردار کرنے کی خاطر جو تحریر شائع کی تھی، ماہنامہ ''الشریعۃ'' نے اس کے جواب میں ایک خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔ تقریبا دو صد صفحات پر مشتمل یہ اشاعت خاص ''الشریعۃ'' کی انتظامیہ نے مجلّہ ''صفدر'' کو بھی تبصرے کے لیے ارسال کی ہے جو کہ کافی حیرت انگیز بات ہے۔ جہاں تک ہم جانتے ہیں، مجلّہ ''صفدر'' اس قدر گستاخ، شریر اور بدتہذیب رسالہ ہے کہ اس کا کوئی مضمون شائع کرنا تو دُور کی بات، اس کا نام لینا بھی کسی مہذب رسالے کے لیے قطعاً ممنوع اور سخت قابل عار ہے، اس کے باوجود اپنا خصوصی نمبر اس میں تبصرے کے لیے بھیجنا...... بڑوں کے کاموں کی حکمتیں بڑے ہی جانتے ہیں...... ہم جیسوں کو شکریہ ادا کرنے کے علاوہ کچھ اور کہنا اچھا نہیں لگتا۔

یوں تو اس خاص نمبر کے مندرجات کا جائزہ مجلّہ ''صفدر'' میں وقتاً فوقتاً لیا جا رہا ہے، اور کوشش کی جائے گی کہ اس کی کوئی بھی قابل جواب بات تشنۂ جواب نہ رہے، تاہم ان چند سطور میں ہم اس خاص نمبر پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں گے اور کوشش کی جائے گی کہ یہ چند سطور ہی اس خاص نمبر کی حقیقت واصلیت کو سمجھنے کے لیے کافی وشافی ثابت ہوں۔ اللہ جل شانہ سے دعا ہے کہ ان سطور کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں۔

میٹھا میٹھا ہپ ہپ، کڑوا کڑوا تھو تھو......!

علمائے دیوبند نے دین کو مجموعی حیثیت سے جس طرح سمجھا اور جس اعتدال سے اس پر عمل کیا ہے، خیر القرون کے بعد کسی گروہ میں اس کی مثال ملنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ دین کے ہر ہر تقاضے کو سمجھنا اور ہر ایک پر پورا پورا عمل کرنا علمائے دیوبند کی امتیازی شان ہے۔ ''الشریعۃ'' کے کارپردازان نے یہ ظلم کیا ہے کہ اکابر دیوبند کے طرزِ عمل کے صرف ایک پہلو، یعنی رواداری وبرداشت کو لے کر اس کے مطابق بہت سے حوالہ جات ڈھونڈ ڈھونڈ کر جمع کر دیئے ہیں اور اس مجموعے کو ''اکابر علمائے دیوبند کا طرزِ عمل'' قرار دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ صرف وہی اکابر علمائے دیوبند کی روِش اور طرزِ عمل پر قائم ہیں اور دیوبندی کہلانے والے جمہور علماء وعوام گویا اکابر کے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں۔ حالانکہ یہ طریقہ کسی طرح بھی انصاف سے مناسبت نہیں رکھتا۔ اکابر علمائے دیوبند جس طرح اپنے مقام پر، اپنی حدود میں رہ کر رواداری اور برداشت کے

پیکر تھے، اسی طرح اپنے مقام پر دینی غیرت وحمیت، مسلکی تصلب، بدعات والحاد کے علمبرداروں سے بغض و عداوت، ہر میدان میں، ہر موقع پر ان کا مقابلہ اور عوام کو ان کے شر سے بچانے کی کوشش کرنا بھی اکابر علمائے دیوبند کی ہی روایات کا تسلسل ہے۔ اُن کے طرزِ عمل کے اِس روشن پہلو کو نظر انداز کر دینا اور دوسرے پہلو کے مطابق مبہم چیزیں جمع کر کے اسے اُن کے طرزِ عمل کا نام دینا......اخلاقیات سے کتنا ہم آہنگ ہے؟ اور ایسی حرکت کا صدور اخلاقیات کے علمبردار کہلانے والے ''الشریعۃ'' سے کیسا ہے؟ یہ محتاج بیان نہیں۔ اہل ضلال کی گمراہی سے عوام الناس کو بچانے کے لئے اکابر علمائے دیوبند نے ہر دور میں ہر ممکن کوشش کی ہے، سر دست شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کا فرمان ملاحظہ فرمائیے!

مودودیوں کی کتابیں پڑھنا ضلالت اور گمراہی ہے......شیخ مدنی رحمہ اللہ کا فرمان!

مودودیت سے متأثر ایک صاحب کو خط لکھتے ہوئے حضرت تحریر فرماتے ہیں:

> ''یہ چند باتیں ذکر کر کے امیدوار ہوں کہ غور کیجئے! اگر سمجھ میں آئے تو جلد از جلد ان سے علیحدہ ہو جایئے اور ان کی ضلالتوں سے مسلمانوں کو آگاہ کیجئے ورنہ عذابِ آخرت کے لیے تیار ہو جایئے۔ یہ استاد کا احترام اسی وقت تک ہے جب تک وہ صراطِ مستقیم پر ہے، اور جب کہ اس نے صحابہ کرام کا احترام اور اتباع سلف کو چھوڑ دیا اور تمام مسلمانوں کے اساتذہ کرام کو چھوڑ دیا اور باغیوں اور غیر مقلدوں اور اہل ضلال میں شامل ہو گیا تو کوئی احترام اس کا باقی نہیں رہا، مودودیوں کی کتابوں کو پڑھنا ضلالت اور گمراہی ہے، **واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل، فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین۔**''......(مکتوبات شیخ الاسلام ۴/۳۲۹)

مودودی استاد کو مدرسہ سے نکال دیا جائے......شیخ مدنی رحمہ اللہ کا حکم!

دارالعلوم اکوڑہ خٹک میں مفتی محمد یوسف صاحب نامی ایک استاد تھے جو مودودی ذہن کے تھے، انہوں نے مودودی صاحب کی حمایت میں کتابیں بھی لکھی ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحبؒ نے ان کی اصلاح کی امید پر درگذر کرتے ہوئے انھیں مدرسے کے استاد کے طور پر برقرار رکھا تو شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے حضرت مولانا سید گل بادشاہ صاحبؒ کے واسطہ سے شیخ الحدیث مولانا عبد الحق صاحبؒ کو خط لکھ کر مودودی استاد کو مدرسہ سے نکالنے کا حکم دیا۔ حضرت مدنیؒ کا نام لے کر دیوبندیوں کو دھوکہ دینے اور مودودیت پھیلانے والوں سے گذارش ہے کہ اس والا نامے کو بغور اور بار بار پڑھ کر اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لیں، شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں!

> ''محترم المقام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ مجھ کو بعض ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ مولوی محمد یوسف صاحب فاضل مدرسہ امینیہ دہلی جو کہ آج کل مدرسہ دارالعلوم

حقانیہ میں مدرس ہیں، سخت قسم کے مودودی ہیں، مولانا عبدالحق صاحب چشم پوشی سے کام لے رہے ہیں۔ آپ کو چاہئے کہ مولانا یوسف صاحب کو اول سمجھائیں، اگر وہ تائب ہوجائیں اور ان کی توبہ پر یقین ہوجائے تو خیر! ورنہ ان کو مدرسہ سے الگ کردیں۔''

(بحوالہ ''علمی محاسبہ: از قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ......ص ۴۲۱)

کیا مودودیت سے چار قدم آگے بڑھ کر غامدیت کے ترجمان بن جانے والے عمار خان ناصر کو ''الشریعہ اکیڈمی'' اور ماہنامہ ''الشریعہ'' کا انتظام سپرد کردینے والے محترم حضرات یہ مکتوب پڑھنے کے بعد بھی اپنے آپ کو دیوبندی اکابر کا پیروکار کہلانے کا حق رکھتے ہیں؟

ہمارے اکابر ایسے نہیں تھے:

''الشریعہ'' والے اگر اکابر علمائے دیوبند کے طرزِ عمل کے صرف ایک پہلو کو بھی دیانتداری کے ساتھ بیان کرکے اسی تک خود کو محدود رکھتے تو بھی ایک بات تھی۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ خلط مبحث سے کام لیتے ہوئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کرکے اکابر علمائے دیوبند کا جو موقف ''الشریعہ'' والوں نے بتایا بلکہ ''بنایا'' ہے، اس میں اور ''الشریعہ'' والوں کے طرزِ عمل میں بھی کوئی یکسانیت نظر نہیں آتی۔ ''الشریعہ'' کے ارباب اختیار کا طرزِ عمل تو یہ ہے کہ اس کے محترم مدیر شیعوں کے امام باڑے میں جاکر ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، اپنے اس فعل کو ''الشریعہ'' میں شائع کرتے ہیں، ایک طویل عرصے تک قادیانیوں کو مسلمان قرار دیتے رہے ہیں اور اب بھی ان سے بائیکاٹ کو حکمت وبصیرت کے خلاف قرار دیتے ہیں، الشریعہ اکیڈمی میں طلبہ کرام کے لیے دیگر باطل فرقوں کے علاوہ شیعوں تک کے بیانات اور لیکچر ہوتے ہیں، جواں سال، کھلے بالوں والی خاتون کے ساتھ تصویر کھینچوا کر خود فیس بک پر نشر کی جاتی ہے اور شرم دلانے کے باوجود مہینوں اسے ہٹایا نہیں جاتا، امریکی سفارت خانوں کی سرپرستی میں مسخ شدہ جہاد کی ترویج کی کوششیں کی جاتی ہیں، یورپی ممالک میں جاکر وہاں مخلوط محفلوں میں شرکت کی جاتی ہے اور اس کے بعد اس کا ذکر ''الشریعہ'' میں کرنے میں بھی کوئی قباحت محسوس نہیں کی جاتی۔ کیا یہ سب اکابرین علمائے دیوبند کی روش ہے؟

اکابر علمائے دیوبند کے طرزِ عمل کو مسخ کرنے کے لیے ''الشریعہ'' والوں کی سخت محنت ''قابل داد'' ضرور ہے مگر بہت معذرت کے ساتھ......! ابھی وہ مزید محنت وکوشش جاری رکھیں......اکابر کو اپنے طرزِ عمل پر فٹ کرنے میں کامیابی کی منزل تاحال بہت دور ہے۔

ہم نے یہ کہا کب ہے؟

''الشریعہ'' کی اشاعت خاص کے بیشتر صفحات میں اُن باتوں کو ثابت کرنے پر زور صرف کیا گیا ہے جن کا کسی نے انکار ہی نہیں کیا۔ ''جدید ٹیکنالوجی سے استفادہ کرنا چاہئے''......''لوگوں کی نفسیات کے

مطابق گفتگو کرنا ضروری ہے'' ......''قدیم علوم کے ساتھ ساتھ جدید علوم سے بھی مسلمانوں کو روشناس ہونا چاہئے''......''کوئی شخص جدید دور کے تقاضوں سے آگاہ اور جدید دور کی خوبیوں سے آراستہ ہو تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے''......''دیوبندیت کو صرف ایک کام میں بند کرنا درست نہیں''......وغیرہ وغیرہ......جبکہ ان اور ان جیسی دیگر بہت سی باتوں کا تو کسی نے انکار ہی نہیں کیا۔ اعتراض تو آزاد فورم کی تشکیل، عمار خان ناصر کے گمراہ کن نظریات اور جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب کی طرف سے اس کو تحفظ فراہم کرنے پر ہے۔ اس اصل بات کو گول کر کے خود اپنی طرف سے خیالی اعتراضات گھڑ کے ان کے لمبے چوڑے جوابات سے صفحات سیاہ کرنا محض سادہ لوح قارئین کو غلط فہمی میں ڈالنے کی نازیبا کوشش ہے۔ جبکہ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اور حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ کی اسی قسم کی تحریرات جن کو زیر بحث مسئلہ سے کچھ بھی تعلق نہیں، ''مسلک دیوبند کے نادان ترجمان'' جیسے عنوانات سجا کر اپنی تائید میں پیش کرنا ایک بالکل بازاری سطح کا اندازِ استدلال ہے۔

امام اہل سنت رحمہ اللہ کی شخصیت کے ساتھ ظلم......!

''الشریعہ'' کی اشاعت خاص میں سب سے زیادہ ظلم حضرت امام اہل سنتؒ کی شخصیت کے ساتھ کیا گیا ہے اور انہیں اپنے نظریے کا حامی اور مؤید قرار دینے کے لیے صریح بددیانتی سے بھی گریز نہیں کیا گیا۔ یہ بات تو اب روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہو چکی ہے کہ الشریعہ کی یہ آزادانہ پالیسی حضرت امام اہل سنتؒ کی بیماری اور معذوری کے بعد شروع کی گئی تھی اور ان کی صحت کے زمانے میں ہرگز ان کا نام لے کر غامدیت پھیلانے والوں کو یہ جرأت نہیں ہوئی، نہ ہی ہو سکتی تھی کہ جس قسم کے مضامین اب وہ چھاپ رہے ہیں، اُس وقت چھاپ کر دکھاتے۔ اس لئے کہ حضرت اقدسؒ کا کم از کم اپنے خاندان کے بارے میں، اپنی صحت کے زمانے میں اس قسم کی حرکت پر معمول ''تأدیب بالدلیل'' کا نہیں بلکہ ''تأدیب بالعصا'' کا تھا۔ اس بات کی گواہی خود ''الشریعہ'' سے اس طرح ملتی ہے کہ محترم جناب عمار خان ناصر صاحب نے حضرت امام اہل سنتؒ کو اپنا ہم نوا ثابت کرنے کے لیے جمہور اہل السنّت والجماعت کے مؤقف کے خلاف ''الشریعہ'' میں چھپنے والے جتنے بھی مضامین کا حوالہ دیا ہے، ان میں سے کوئی ایک بھی حضرتؒ کی علالت یعنی ۲۰۰۱ء سے پہلے کا نہیں ہے۔ یاد رہے کہ حضرت اقدسؒ پر فالج کا پہلا سخت حملہ ۲۰۰۱ء میں ہوا تھا جس کے بعد نصرۃ العلوم کی تدریس اور نمازوں کے لیے مسجد جانا موقوف ہو گیا تھا، گھر میں بھی بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ اور ۲۰۰۳ء میں تو آپؒ پر انتہائی شدید حملہ ہوا جس کے بعد آپؒ نے وفات تک کا عرصہ مکمل طور پر بستر پر گزارا، اس عرصے میں آپؒ از خود کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے وغیرہ سے بھی معذور تھے، کروٹ تبدیل کرنے تک کے لیے بھی ہم خدام کو حکم فرماتے تھے۔ اس ناکارہ کو اللہ جل شانہ نے ۲۰۰۰ء سے ۲۰۰۳ء تک مسلسل تین سال، اور پھر ہر سال تعطیلات کے دو تین ماہ حضرت اقدسؒ کی خدمت میں گذارنے اور آپؒ کی کفش برداری کی عظیم سعادت نصیب فرمائی۔ بیماری اور معذوری کے ان دنوں

میں حضرتؒ کا محبوب مشغلہ کتاب سننا تھا، بندہ نے بہت سی ضخیم کتابیں حضرتؒ کو سنانے کا شرف حاصل کیا، بسا اوقات تو عشاء سے لے کر فجر تک مسلسل بھی کتاب سنانے کا اتفاق ہوا، مگر اس تمام عرصے میں کم از کم بندہ کو ایک مرتبہ بھی حضرت اقدسؒ کو ''الشریعۃ'' سنانا یا کسی اور سے سنتے دیکھنا یاد نہیں۔

شاید یہ محض ایک اتفاق ہے کہ اس ٹیکنالوجی کے زمانے میں، جبکہ قدیم قدیم اور پرانی پرانی کتابیں بھی کمپیوٹری نسخوں میں ڈھال لی گئی ہیں، الشریعہ جیسے ماہنامے کی ویب سائٹ پر صرف ۲۰۰۱ء کے بعد ہی کی فائلیں دستیاب ہیں اور اس سے پہلے کی کئی سال کی فائلوں کا قیمتی خزانہ، جس کا عکس لے کر اسے کمپیوٹر کتاب میں بدلنا غالبا کچھ مشکل نہیں، ''الشریعۃ'' کی ویب سائٹ پر تا حال پیش نہیں کیا گیا۔

حضرت امام اہل سنتؒ کو اپنا ہم نوا ثابت کرنے کے لیے عم محترم جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ قارئین کو یہ بتاتے ہیں کہ ان کے اکابر اور جمہور کے موقف سے متصادم خیالات حضرت امام اہل سنتؒ کی زندگی میں بھی تھے اور حضرتؒ کو اُن کا علم بھی تھا، بعض ایسے اعمال بھی وہ کرتے تھے جن کو حضرتؒ بدعت خیال فرماتے تھے، اور اس کے باوجود حضرتؒ ان کو اس کا حق دیتے تھے۔ یہ بات بالکل غلط اور حضرت امام اہل سنتؒ پر صریح بہتان ہے۔ جس کی نشاندہی عم مکرم مولانا عبد القدوس خان صاحب نے بھی مولانا زاہد الراشدی صاحب کے نام ایک خط کے ذریعے کی جو الشریعہ میں شائع ہوا۔

ویسے بھی زمانہ گواہ ہے کہ حضرت اقدسؒ بدعت کے بارے میں بہت سخت تھے، ان کے بے شمار شاگرد اس بات کے عینی گواہ ہیں، یہ بات محالات میں سے ہے کہ وہ خود ایک بات کو بدعت کہیں اور پھر اپنی اولاد میں وہی بات دیکھ کر اس سے چشم پوشی کریں۔ اس سے تو خود حضرتؒ کی شخصیت بری طرح مجروح ہو کر رہ جاتی ہے۔

یاد رہے کہ بندہ کی یاداشت کے مطابق حضرت امام اہل سنتؒ کے بدعت وضلالت کی باتوں کو برداشت کر لینے کی تمام روایات کے راوی بھی اکیلے مولانا زاہد الراشدی صاحب ہی ہیں۔

عقائد ونظریات میں اتھارٹی اور معیار کون؟

ایک ''علمی وتحقیقی'' حربہ اس اشاعت خاص میں یہ اختیار کیا گیا ہے کہ بہت سے ایسے افراد کو اکابر علمائے دیوبند میں شامل کر کے ان کے حوالوں سے اپنا کام نکالنے کی کوشش کی گئی ہے جن کو عقائد وطرزِ عمل کی تشریح کے اعتبار سے کہیں بھی ''اکابر'' علمائے دیوبند میں شمار نہیں کیا گیا۔ دیوبندیت تو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، قطب الارشاد حضرت گنگوہی، حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی، اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ اسرارہم اور ان جیسے حضرات کے عقائد و نظریات اور ''مجموعی طرزِ عمل'' کا نام ہے۔ امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ، حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا عبد الماجد دریابادیؒ اور مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ جیسے حضرات علمائے

حق اور اپنی اپنی قربانیوں اور خدمات کی بناء پر قابل احترام ضرور ہیں، مگر دین کی تشریح، اور عقائد کی تعبیر میں ان کو کبھی بھی اتھارٹی اور کسوٹی قرار نہیں دیا گیا اور نہ ہی دیا جا سکتا ہے۔ ان میں سے بعض حضرات کا تو اکابر علمائے دیوبند کا متبع اور دیوبندی ہونا ہی محل نظر اور مختلف فیہ ہے چہ جائیکہ خود ان کو اکابر قرار دے کر ان کے حوالہ جات کو واجب التسلیم قرار دے دیا جائے۔ ''الشریعہ'' والوں نے اکابرِ دیوبند سے نسبی، نسبتی، سیاسی، خاندانی تعلقات والے حضرات کو بھی اکابر میں شامل کر دیا ہے بلکہ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر مولانا اسحاق سندیلوی اور ڈاکٹر محمود احمد غازی جیسے حضرات کے حوالہ جات کو بھی اپنی تائید میں پیش کر دیا ہے جو کہ ایک لطیفے سے کم نہیں ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں:

اہل حق علمائے کرام اپنے عوام کو باطل فرقوں کی کتابوں کے مطالعے سے منع کرتے ہیں، اسی طرح الحاد و گمراہی پر مشتمل مضامین کو اپنے مجلّات میں شائع کرنے سے بھی احتراز کیا جاتا ہے۔ مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ دلائل سے ناواقف عوام الناس کے دل و دماغ غلط عقائد و نظریات کی زہرناکی و غلاظت سے محفوظ رہیں۔ ''الشریعہ'' والے اس پالیسی اور اس طرزِ عمل کو تنگ نظری سے تعبیر کرتے ہیں اور ''الشریعہ'' نام ہی گویا اس ''تنگ نظری'' کے خلاف ''اعلانِ جہاد'' کا ہے۔ لیکن خود اپنے لئے ''الشریعہ'' کا فیصلہ ایسے موقع پر کیا ہے، قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں!

مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ نے ''الشریعہ'' اور مولانا زاہد الراشدی صاحب کے بائیکاٹ کی تحریر لکھی اور مولانا عبد الرزاق اسکندر مدظلہ، مولانا عبد المجید لدھیانوی مدظلہ، مولانا انوار الحق حقانی مدظلہ، مولانا مفتی محمد حسن مدظلہ، مولانا مفتی حمید اللہ جان مدظلہ، مولانا قاضی عبد الرشید مدظلہ سمیت بہت سے جید علمائے کرام نے اس تحریر پر دستخط فرمائے تو ''الشریعہ'' کے ارباب انتظام میں کھلبلی سی مچ گئی۔ اس تحریر کے اثرات کے تدارک کے لیے وسیع پیمانے پر اسفار اور رابطوں کا سلسلہ شروع کیا گیا، مختلف دینی پروگراموں کی فہرست کو ''الشریعہ'' میں مسلسل شائع کرنے کا اہتمام بھی کیا گیا، مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ سے خط و کتابت بھی ہوتی رہی مگر حیرت انگیز طور پر کئی ماہ جاری رہنے والے اس سارے سلسلے سے ''الشریعہ'' اور اس کے قارئین کو بالکل ''محفوظ'' رکھا گیا۔ ''الشریعہ'' جس وسعت ظرفی کا پرچار کرتا ہے اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ جس طرح ''الشریعہ'' کی تائید کرنے والے حضرات کے نام اور تحریریں ''الشریعہ'' میں شائع کی جاتی رہیں، اسی طرح ''الشریعہ'' کے خلاف لکھی جانے والی تحریر، تمام تائیدی تحریرات کے مکمل متن اور اس پر دستخط کرنے والے حضرات کے نام بھی ''الشریعہ'' میں نمایاں شائع کیے جاتے، ''الشریعہ بنام ضرب مؤمن'' کی طرز پر ''الشریعہ بنام مولانا سلیم اللہ خان'' کے سلسلے کو بھی اشاعت کے لیے جگہ ملتی، اپنے پروگراموں کی اشاعت کے ساتھ ساتھ ان پروگراموں کی بھی فہرست

شائع کی جاتی جن میں دعوت دیئے جانے کے بعد آنے سے منع کر دیا گیا، اور ان مدارس کا نام بھی لکھا جاتا جو ہر سال اپنے سالانہ پروگرام یا دوران سال لیکچر کے لیے بلاتے تھے لیکن اب نہیں بلاتے۔ ہر معاملے میں ''دو طرفہ موقف'' کی اشاعت کی طرح یہاں بھی مخالف و موافق دونوں طرح کے حضرات کے اسمائے گرامی سے ''الشریعہ'' کے قارئین کو مسلسل آگاہ کیا جاتا۔ تاہم ایسا نہیں ہوا، بلکہ ''الشریعہ'' نے اس سارے معاملے کی اپنے قارئین کو ہوا بھی نہ لگنے دی، خاص نمبر کی اشاعت کا اعلان بھی اس احتیاط کے ساتھ کیا گیا کہ ''غیر متعلقہ'' افراد پوری بات سمجھنے نہ پائیں، خاص نمبر میں بھی کوئی ڈیڑھ پونے دوسو صفحات ''جواب سوال مقدر'' پر صرف کئے گئے اور پھر ''پس منظر'' کے نام پر بالکل غیر متعلقہ مواد شائع کرنے کے بعد اصل تحریر کو جو بادل نخواستہ شائع کیا گیا تو اس سے بھی اکثر تائید کنندگان کے اسمائے گرامی حذف کرنے میں ہی عافیت محسوس کی گئی......

حقیقت یہ ہے کہ صرف ''الشریعہ'' کا یہ طرزِ عمل ہی ''الشریعہ'' کی طرف سے پیش کئے گئے دلائل کے جواب کے لیے کافی ہے۔ دیکھا جائے تو ''الشریعہ'' کا اپنے دعوے کے برعکس یہ عجیب وغریب طرز عمل ''الشریعہ'' کی زبردست اخلاقی شکست ہے۔

دیکھ غافل اپنی آنکھ کا ذرا شہتیر بھی......!

الشریعہ کے اس خاص نمبر کے آخری باب میں شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان کی کردارکشی کے لیے مختص کیا گیا ہے، اور سچی بات یہ ہے کہ تہذیب کے دائرے میں رہ کر تبرا کی اس جدید صنعت میں ''الشریعہ'' بلاشبہ مودودی صاحب کو مات دے رہا ہے۔ آخری باب کا لب لباب اور خلاصہ یہی ہے کہ مولانا سلیم اللہ خان صاحب تو بس ایسے سیدھے سادے شخص ہیں کہ ہر کوئی للو پھتو انہیں انگلی پکڑ کر جہاں لے جانا چاہے، لے جاسکتا ہے، یا انہیں دوسروں کے خلاف اس قسم کی تحریریں شائع کرنے کا گویا کہ شوق ہے۔

دراصل بات بالکل صاف اور واضح سی ہے کہ ''الشریعہ'' کو اپنی حمایت میں جو شخص بھی مل جائے، چاہے وہ کسی نظریے، کسی خیال اور کسی مزاج کا ہو، وہ معتبر ہے، اور جو ان کے راستے میں رکاوٹ بنے، وہ مردود اور دھتکارے جانے کے قابل ہے۔ جب تک مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ نے ''الشریعہ'' کے خلاف تحریر نہیں لکھی تھی، تب تک وہ نہ صرف معتبر تھے بلکہ لال مسجد وغیرہ معاملات میں ان کی قیادت میں کیا گیا ہر فیصلہ ہماری قیادت کا فیصلہ اور واجب التسلیم تھا۔ تب وہ ہماری وحدت کی علامت تھے اور ان کے فیصلوں سے روگردانی علمائے دیوبند سے بغاوت۔ جونہی انہوں نے ''الشریعہ'' کے خلاف تحریر لکھی تو اب یکا یک نہ صرف وہ ناقابل اعتبار ہوگئے بلکہ ان کی پرانی فائلیں کھول کر ان کے جرائم سے قوم کو آگاہ کرنا بھی ضروری ٹھہرا۔

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ تو اپنے جرائم کی وجہ سے ناقابل اعتبار ٹھہرے، جبکہ اس تحریر پر دستخط کرنے والے باقی سب علمائے کرام......؟ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر حضرت مولانا عبدالمجید

لدھیانوی صاحب......؟ جامعہ بنوری ٹاؤن کے مدیر حضرت مولانا عبدالرزاق اسکندر صاحب......؟ ایک ایسی شخصیت جس کا تحمل، وسعت صدر، اور بردباری سمندروں سے کہیں بڑھ کر ہے، اور جس کے اعلیٰ اخلاق تک ''الشریعۃ'' والے پچاس مرتبہ پیدا ہو کر بھی نہیں پہنچ سکتے، یعنی محبوب الصلحاء حضرت مولانا محمد حسن صاحب......؟ ''اعتدال پسندی'' میں معروف ادارے جامعہ اشرفیہ کے مفتیان کرام......؟ جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مولانا انوار الحق حقانی صاحب......؟ کہنہ مشق اور جید مفتی حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب......؟ میدان مناظرہ کے شہسوار حضرت مولانا مفتی انور اوکاڑوی صاحب......؟ ان سب حضرات پر کیا فرد جرم عائد کیجئے گا......؟ ''الشریعۃ'' والوں سے ذاتی دشمنی؟ مسلکی شدت پسندی؟ یا اندھی تقلید؟ یہ سب لوگ مولانا زاہد الراشدی صاحب کی قدر دانی، ان سے محبت اور ان کی بلند نسبت کا احترام کرنے والے تھے، پھر کیوں یہ تمام حضرات اتنے بڑے فیصلہ پر مجبور ہوئے؟ کاش کہ ''الشریعۃ'' والے اپنے ہر مخالف کی شخصیت کو مجروح کرنے، مناظرانہ ومجادلانہ انداز میں ہر ہر بات کی تاویل در تاویل گھڑنے، اور اکابر علمائے اہل سنت پر سے عوام کا اعتماد ختم کرنے کے مشاغل سے فرصت نکال کر ٹھنڈے دل سے اس فیصلہ کی وجوہات پر خود بھی غور کر لیتے۔

مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی شخصیت پر اٹھائے گئے الزامات کے جواب میں مولانا زاہد الراشدی کے اپنے طرزِ عمل کے مختلف پہلوؤں پر ''بہت کچھ'' کہنے کی گنجائش موجود ہے تاہم، ہم بحث کو مختصر رکھتے ہوئے صرف ایک بات کہہ کر بات کو ان شاء اللہ ختم کریں گے۔ ''الشریعۃ'' کے محترم رئیس التحریر صاحب نے فرمایا ہے کہ: ''دراصل کچھ لوگوں کو شوق ہوتا ہے کہ وہ بڑے اکابرین کے اردگرد "تلك الغرانيق العلیٰ" کا ماحول پیدا کر کے ان کی زبان سے اپنی بات کہلوانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں''......جبکہ حقیقت یہ ہے کہ خود ''الشریعۃ'' کے رئیس التحریر صاحب کے لیٹر پیڈ پر ان کے ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر ہمارے پاس موجود ہے جس میں انہوں نے

۱......اپنے ایک عزیز کو اپنی برأت وصفائی میں تحریر لکھ کر اس پر دستخط کرنے اور خاندان کے لوگوں سے دستخط لینے کی ہدایت کی ہے۔

۲......اور اس کے بعد اپنے ایک دوسرے عزیز ہی کو وہ تحریر وفاق کی مجلس عاملہ میں تقسیم کرنے کا حکم نامہ جاری فرمایا ہے۔

کیا یہی وہ روش تو نہیں جس کا ذکر کر کے ''الشریعۃ'' نے مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی شخصیت کو شدید مجروح کرنے کی کا ثواب کمایا ہے......؟ فرق صرف اتنا ہے کہ صدرِ وفاق کو اپنے آس پاس کے لوگوں سے متأثر ''ہو کر'' فیصلے کرنے والا بتایا گیا ہے جبکہ محترم رئیس التحریر صاحب اپنے آس پاس کے لوگوں کو متأثر ''کرنے'' کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ جرم کس کا بڑا ہے؟ فیصلہ قارئین خود کر سکتے ہیں۔

☆......☆......☆......☆

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے تلمیذِ رشید و رفیق حضرت مولانا

سید اصلح الحسینی نور اللہ مرقدہ

پر خصوصی مضامین ان شاء اللہ مجلّہ صفدر کی قریبی اشاعت میں شائع کیے جائیں گے۔

مجلّہ

صفدر

افکارِ غامدی نمبر

ٹی وی اور میڈیا کے شہرت یافتہ متجدد، دین اسلام کے نئے ایڈیشن کے بانی

دورِ حاضر کے منکر حدیث

نام نہاد دینی اسکالر

آزاد خیالی کے داعی

جاوید احمد غامدی

کے گمراہ کن افکار و نظریات کا تحقیقی و علمی محاسبہ

جملہ اہل علم و قلم سے درخواست ہے کہ اپنے مقالات و مضامین نومبر ۲۰۱۴ء کے آخر تک مجلّہ صفدر کے پتے پر ارسال فرما دیں۔ جزاک اللہ احسن الجزاء

ای میل ایڈریس khadim.khan4@yahoo.com